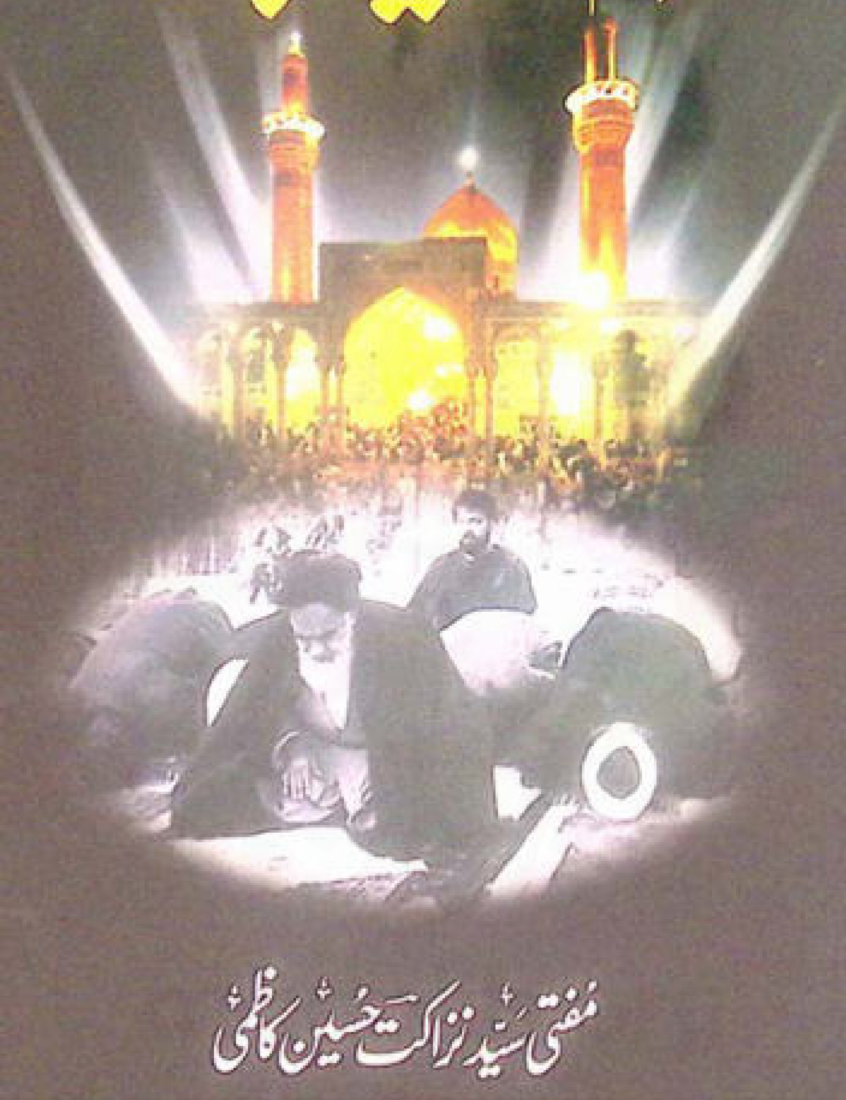
اِمام الانبیاء کا سجدہ



مفتی سیّد نزاکت حسین کاظمی

امام الانبیاءؑ کا سجدہ

مصنف

مفتی سیّد نزاکت حسین کاظمی

مصحح

علامہ سید تصور حسین نقوی جوادی

نظرِ ثانی

حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضل قم

ناشر

اِدارہ منہاجُ الصّالحینؑ

جناح ٹاؤن، ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور

فون: 35425372

کتاب : امام الانبیاءؑ کا سجدہ

مصنف : مفتی سید نزاکت حسین کاظمی کشمیر

مصحح : علامہ سید تصور حسین نقوی جوادی مظفر آباد

نظر ثانی : حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضل قم

پروف ریڈنگ : معصومہ بتول جعفری، محدثہ بتول جعفری

محمد عمران حیدر جعفری، زہراء بتول جعفری

اشاعت : نومبر 2011ء

صفحات : 216

ہدیہ : [redacted] روپے

ملنے کا پتہ

ادارہ منہاج الصالحین ۔ لاہور

الحمد مارکیٹ فسٹ فلور دکان نمبر 20۔ غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

فون: 042-37225252 ، 0301-4575120

انتساب

اپنی اس حقیری کاوش کو اس عظیم فرزند رسولؐ کے نام نامی اسم گرامی سے معنون کرتا ہوں، جس نے کربلا کا دلخراش سانحہ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے دادا علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور بابا حسینؑ ابن علیؑ کے سجدہ آخر کی یاد کو اس طرح زندہ رکھا کہ آپؑ زین العابدینؑ کے ساتھ ساتھ سید الساجدینؑ بھی قرار پائے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ (سورۂ حشر:۷)

"اور رسولؐ جو تمھیں دیں وہ لے لو اور جس سے روکیں اس سے رُک جاؤ"۔

ترتیب

عرضِ ناشر

سید نزاکت حسین کاظمی صاحب حوزہ علمیہ جامعۃ المنتظر کے ایک ہونہار اور محنتی طالب علم تھے۔ اسٹوڈنٹ لیڈر تھے۔ فکری مجالس اور مباحثِ علمی کے روح رواں ہوتے تھے۔ زمانۂ طالب علمی میں ہی اپنی پہچان کروا چکے تھے۔ علوم وفنون میں تو ایک عادی طالب علم کی طرح تھے، لیکن حالاتِ حاضرہ پر خاصی توجہ مرکوز رکھتے تھے۔ سیاست ان کا دلچسپ موضوع تھا۔ تجزیہ وتحلیل کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کام تھا۔ مکتبی حوالہ سے ایک مضبوط پروگرام رکھتے تھے۔ سیاسی پختگی اس قدر تھی کہ ایک طالب علم کے ناطہ سے اُنھوں نے آزاد کشمیر میں ایک مذہبی تنظیم کی بنیاد رکھی تھی جس کے پلیٹ فارم سے حکومتِ وقت کو مشاورت سے نوازتے رہتے تھے۔ کئی دفعہ وزیراعظم آزاد کشمیر نے اُنھیں مختلف موضوعات کے حوالہ سے ان کی رائے کے لیے اُنھیں طلب کیا، اوران سے مشاورت کی۔

اساتذہ کرام کی خصوصی توجہ ان پر مرکوز رہتی تھی۔ مختلف مکاتبِ فکر کے پلیٹ فارم پر تشریف لے جاتے اور دبنگ انداز میں اپنے نظریہ کا دفاع کرتے۔ استدلال میں اس قدر مضبوطی ہوتی کہ مخالف عش عش کر اُٹھتا۔ غرضیکہ طالبِ علمی کے مشاغل ہمارے سامنے ہیں۔ ایک دن اچانک ہمیں معلوم ہوا کہ کاظمی صاحب آزاد کشمیر میں امتحان میں کامیابی حاصل کر کے عہدۂ قضاوت پر متمکن ہو چکے ہیں اور حکومت کو اپنے مکتبی مسائل سے نوازتے رہتے ہیں۔ چونکہ تحقیق کرنا اور مسائل کی تہہ تک پہنچنا ان کا

پرانا مشغلہ تھا، لہٰذا انھوں نے اپنی اس روایت کو باقی رکھا۔ ایک معلوماتی، تحقیقی، فکری اور تحلیلی و تجزیاتی کتاب "امام الانبیاءؐ کا سجدہ" کے نام سے ترتیب دی۔ یہ ایک نہایت ہی معلوماتی، تجزیاتی، فکری اور استدلالی کتاب ہے۔ اس کتاب لاجواب میں قرآن مجید، احادیث پیغمبرؐ، سیرت آئمہ اطہارؑ، ازواج نبیؐ اور عمل صحابہ سے استدلال کیا گیا ہے۔

مفتی صاحب نے عرق ریزی سے حوالہ جات کو اصل کتابوں سے نقل کیا ہے، تاکہ کتاب میں کسی قسم کا سقم اور ابہام نہ رہ جائے۔ اس کتاب میں رسولِؐ اعظم کی ذات کو مرکز و محور بنایا گیا ہے کہ آپؐ کس طرح سجدہ بجا لاتے تھے؟ سجدہ میں کن اذکار و اوراد اور وظائف کا ورد فرمایا کرتے تھے۔ سجدہ کی قبولیت کے لیے کچھ اُمور کا بجا لانا ایک ضروری امر ہے جن کا تذکرہ مفتی صاحب نے تفصیل سے کیا ہے۔ سجدہ کی ادائیگی کرتے وقت کن "اعضائے سبعہ" کا زمین پر لگانا ضروری ہے۔ ان پر مفصل گفتگو کی گئی ہے کیونکہ فروعِ دین میں سب سے اہم فرع نماز ہے، اور پھر نماز کا اہم رُکن سجدہ ہے۔ انسان جب اپنی جبین کو زمین پر رکھ کر سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی وَبِحَمْدِہٖ کی تسبیح کا ورد کرتا ہے تو اپنی زبان سے، اپنے جسم کے ایک ایک عضو سے اقرار کر رہا ہوتا ہے کہ اے میرے اللہ! تو بڑا ہے، کبریائی تجھے زیبا ہے، میں تو تیرا حقیر بندہ ہوں۔ تو میرا عظیم رب ہے، میں تیرا بندہ ذلیل ہوں۔

رب کی بارگاہ میں ہر کوئی جھکا، اس کی کبریائی کی گواہی تو انبیاءؑ و رسلؑ نے بھی دی۔ رسولِ اعظم ﷺ تو اُس کے حضور اس قدر جھکے، اتنے ڈھیر سارے سجدے کیے کہ رب کو کہنا پڑا کہ اے میرے نبیؐ! عبادت تھوڑی کیا کرو، مشقت کم کیا کرو، کیونکہ کثرتِ عبادت سے تیرے پاؤں پر ورم آ جاتے ہیں۔

نبی اعظم ﷺ کے نواسہ حسینؑ نے کربلا کی تپتی ہوئی ریت پر اس ادا سے سجدہ کیا کہ ہمیشہ کے لیے اسلام کا سر بلند کر دیا۔ یزیدیت کا منہ کالا کر دیا، اور مدینہ کی طرف

رُخ کر کے فرمایا: نانا! کربلا کی جھلستی ہوئی ریت پر سجدۂ آخر کر کے تیرے دین کو زندۂ جاوید کر دیا۔

سجدہ کرنے والے اپنے اپنے انداز میں سجدہ کرتے رہے، لیکن جو انوکھا انداز اپنایا سید الشہداءؑ کے فرزند بیمار کربلا سید علی زین العابدینؑ نے، وہ کسی کو نصیب نہ ہو سکا۔ آپؑ بے پالان اُونٹ پر سوار ہیں، ہاتھوں میں ہتھکڑیاں، پاؤں میں زنجیر اور گلے میں طوق ہے لیکن آپؑ وقتِ نماز اُونٹ کی پشت پر سجدہ کر رہے ہیں۔ بیمار کربلا کربلا سے کوفہ اور پھر کوفہ سے شام سجدے کرتے گئے اور پھر مسافرۂ شام زینبؑ عالیہ نے نانا کے دین کی سربلندی اور احیائے دین کے لیے سجدہ کی اہمیت کو اپنے عمل سے بیان کیا۔

سجدہ نماز کا ایک اہم رُکن ہے۔ اس پر علامہ کاظمی کی تحقیق دل پذیر ہے، انداز تحقیقی ہے، حوالہ جات کی بھرمار ہے۔ آپ لائق صد تحسین ہیں کہ حکومتی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ قلمی و تحقیقی کام کرنے میں شبانہ روز مصروف بہ عمل ہیں۔ آپ کا اسلوبِ تحریر انوکھا، منفرد اور جالب ہے۔ آپ کی پہلی دو کتابیں ''قرآن اور وضو''، ''ماتم اور ازواجِ نبیؐ'' کا بہت اچھا استقبال ہوا۔ آپ کی پہلی کتاب ''قرآن اور وضو'' ناپید ہو چکی ہے۔ ''ماتم اور ازواجِ نبیؐ'' کا پہلا ایڈیشن تین ماہ میں ختم ہو چکا ہے۔ دوسرا ایڈیشن زیورِ اشاعت سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر آ چکا ہے۔ ہر دو مکتب کے لوگ اس سے استفادہ کر رہے ہیں۔

کمال کی بات ہے کہ آپ نے فنِ مناظرہ میں انوکھا انداز اپنایا کہ آپ نے مخالف کو ادلہ و علل سے قائل کرنے کی کوشش کی ہے۔ کسی کی توہین و تذلیل بالکل نہیں کی۔ اگر ہم سب لوگ کاظمی صاحب قبلہ کا اسلوب اپنالیں کہ کسی مخالف کا دل نہ دُکھائیں، کسی کو گالی گلوچ نہ دیں، کسی کے مذہب و مکتب کی بے حُرمتی نہ کریں تو ہم قتل و غارت اور فساد و تضاد سے بچ سکتے ہیں۔ دنیا کے سامنے اسلام کو ایک آئیڈیل مذہب کے طور پر

پیش کر سکتے ہیں۔

ہم کاظمی صاحب کے بے حد مشکور ہیں کہ جنھیں اپنے مکتب کا خیال ہے۔ وہ ایک دقیقہ فروگزاشت کیے بغیر مذہب کی آبیاری کے لیے مصروف بہ عمل ہیں۔ علمائے کرام کو کاظمی صاحب کی طرح تحقیقی میدان میں کام کرنا چاہیے۔ اتحاد و یگانگت کی فضا کو برقرار رکھنا چاہیے، تباہی و بربادی اور فساد سے بچنا چاہیے۔

مفتی صاحب قبلہ کی اس کتاب کی اصلاح و درستگی کے لیے ہم نے اپنے تئیں پوری کوشش کی ہے کہ جہاں کتاب اغلاط سے پاک ہو وہاں تزئین و آرائش سے مزین و مرصع ہو۔ ٹائٹل دیدہ زیب بنایا گیا ہے۔

دعا ہے کہ پروردگار عالم بحق چہاردہ معصومین علیہم السلام کاظمی صاحب کی اس کاوش کو اپنی بارگاہِ عالیہ میں مقبول فرمائے اور ان کے رفقاء کی زحمت کو قبول فرمائے۔

والسلام مع الاکرام

طالبِ دُعا!

ریاض حسین جعفری، فاضل قم

اظہارِ تشکر اور طلبِ مغفرت

میں اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے یہ توفیق بخشی کہ میری توجہ تحریر اور تحقیق کی جانب مبذول ہوئی۔ اس میں محمدؐ و آل محمدؐ کی خاص عنایت شاملِ حال رہی ہے، جن کے وسیلہ سے حائل رکاوٹیں بھی دور ہوئیں۔ قیامت خیز زلزلہ کا سانحہ ۸/اکتوبر ۲۰۰۵ء کو واقع ہوا جس سے فقط کشمیر میں ہزاروں جانوں کی تلفی اور اربوں روپوں کا مالی نقصان ہوا۔ راقم بھی اس زلزلہ سے متاثر ہوا، لیکن اس سانحہ کے چند ماہ بعد برطانیہ جانے کا اتفاق ہوا۔ سرزمین برطانیہ کے پاکستانی اور کشمیری دوستوں اور عزیزوں نے خوش دلی سے استقبال کیا۔ دورانِ قیام علمی اور ادبی محفلوں میں بھی شرکت کا موقع ملا اور اسلامی موضوعات پر ٹی وی اور مجالسِ عزا میں تقریر کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔

دوستوں نے اس جانب توجہ مبذول کروائی کہ اب تحریر و تحقیق کی جانب قدم اٹھایا جائے۔ اگر اس مشن میں کوئی رکاوٹیں حائل ہوں تو اس کا حل کیا جاسکتا ہے۔ اس تجویز میں شبیر حسین چودھری آف پیٹر برو برطانیہ پیش پیش تھے، جن کا تعلق میرپور نیو لیڈر پنڈی بھروال سے ہے۔ راقم نے زلزلہ کے بعد ان کے آبائی گھر میں کچھ عرصہ رہائش بھی رکھی، میں نے وعدہ کیا کہ اس تجویز کو زندگی کا ہدف اوّلی قرار دیتے ہوئے کام شروع کروں گا۔ چودھری صاحب نے اس سلسلہ میں درکار ٹیکنیکل آلات فراہم

کیے۔ جن کی وجہ سے تحریر وتخریج میں آسانی ہوئی۔ اس طرح کام کا آغاز ہوگیا۔

اس سلسلہ کی یہ پہلی کاوش ہے، مگر اشاعت میں باوجوہ تاخیر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا ممنون ومشکور ہوں جس نے مجھ پر خاص نظرِ کرم کیا۔ اس میدان میں کام کا آغاز کیا۔ اس کے بعد میں اظہارِ تشکر، مرحومین کی ارواح کے ایصالِ ثواب اور طلب مغفرت کے لیے یہ کتاب ہدیہ کرتا ہوں، جن کی کاوشوں نے احقر کو اس منزل تک پہنچانے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ میں ممنون ہوں اپنے محبوب اساتذہ کرام کا، جنھوں نے مجھے حوزہ علمیہ جامعۃ المنتظر میں اسلامی علوم وفنون سے مزین کیا۔

آیت اللہ جناب علامہ اختر عباس نجفی مرحوم ومغفور جو علم وعمل کے پیکر تھے، جنھوں نے مجھے بولنے میں سلیقہ شعاری سکھائی۔ حجۃ الاسلام جناب علامہ سید صفدر حسین نجفی مرحوم پرنسپل جامعۃ المنتظر، جو عالم باعمل ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی شفیق شخصیت تھے اُنھوں نے انتقال علم کے ساتھ ساتھ والدین کی طرح پرورش کی۔ مولانا جناب باقر علی مرحوم نے علم وادب کی بنیاد رکھی۔ حجۃ الاسلام وکیلِ آلِ محمد علامہ غلام حسین نجفی شہید نے مناظرے کے کٹھن راستوں کو میرے لیے آسان کیا۔ عزت مآب جناب آیت اللہ علامہ حافظ سید ریاض حسین نجفی پرنسپل جامعۃ المنتظر، علم وفرقان کے ترجمان نے جرأت اور وقار کے ساتھ زندگی گزارنے کے آداب سکھائے۔ حجۃ الاسلام جناب علامہ محمد عباس نقوی قمی مرحوم سے سچ اور حق بات کہنے کا طریقہ سیکھا۔ اس طرح حجۃ الاسلام مولانا موسیٰ بیگ سے شرافت اور سادگی کا درس ملا۔ حجۃ الاسلام مولانا خادم حسین نقوی سے علم کے ساتھ ساتھ انتظامی تجربہ سیکھا اور حجۃ الاسلام علامہ حسن رضا غدیری، فکر وعقل کے بادشاہ، سے دیار غیر میں مجھے اپنوں سا پیار اور راہنمائی ملی۔ عزت مآب علامہ محمد حسین اکبر نے ہمیشہ مشکل وقت میں برادر اکبر کا سا سلوک کیا اور آخر میں برادر علامہ

سید تطہیر حسین زیدی نے اپنی صحبت میں بولنے میں زبان کی لکنت سے آزاد کیا۔

آزاد کشمیر مظفر آباد سے تعلق اور تقریر کے بادشاہ ممبر اسلامی نظریاتی کونسل مفتی سید کفایت حسین نقوی کے تفکر اور تدبر سے راہنمائی کے اُصول منتقل ہوئے۔ سرمایہ اہلِ سنت ضلع مفتی مظفر آباد حافظ نذیر احمد قادری سے سماعت اور برداشت کا تجربہ سیکھا۔ میں نہایت شکرگزار ہوں جناب تحصیل مفتی شیخ فرید آف مظفر آباد کا جس نے مجھے علمی اور تحقیقی مدد فراہم کی۔ میں معترف و ممنون ہوں مرحوم ناظم اُمور دینیہ سید اشرف شاہ کاظمی کا جنھوں نے میری اوائل ملازمت میں مدد کے ساتھ ساتھ اقربا جیسا سلوک فرمایا۔

میں مشکور ہوں شرافت اور عظمت کے پیکر جامعہ مسجد امامیہ میرپور کے خطیب علامہ سید تنویر حسین شیرازی کا جنھوں نے ہمیشہ علم دوست کی حیثیت سے تعاون کیا اور ڈاکٹر مرزا محسن علی کا خاص شکرگزار ہوں جنھوں نے مجھے کمپیوٹر پر کتاب کا مسودہ لکھنے میں تکنیکی راہنمائی اور معاونت کی اور اس کی اصلاح جناب علامہ سید تصور حسین نقوی الجوادی نے کی۔ جہاں بہتر سمجھا وہاں نوٹ لکھ کر قیمتی مشورہ سے بھی نوازا۔ میں ان کا خاص طور پر شکرگزار ہوں اور ان کی صحت و سلامتی کے لیے دعا گو ہوں۔

میرے شکریے کے مستحق ہیں ادارہ منہاج الصالحین کے سربراہ علامہ ریاض حسین جعفری فاضلِ قم، جو عرق ریزی سے مسودہ کو پڑھتے ہیں اور پوری دلجمعی کے ساتھ اصلاح کرتے ہیں۔ میری کتابوں کے نام موصوف ہی تجویز فرماتے ہیں اور پھر کتاب کو دیدہ زیب بنانے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھتے۔ میری کتابوں کو ترجیحاً زیورِ طباعت سے آراستہ کرتے ہیں۔

آخر میں اس کتاب کو چودھری شبیر حسین پیٹر برو برطانیہ کے والدین کے ناموں کو بھی ایصالِ ثواب کے لیے شامل کرتے ہیں۔ دعا ہے کہ پروردگارِ عالم مرحومین کو آلِ

محمدؐ کے قرب میں جگہ نصیب فرمائے اور ان کے گناہوں کو معاف فرمائے۔

خداوند تعالیٰ سے تمام احباب، جو خدمتِ دین کے لیے شب و روز مصروف بہ عمل ہیں اُن کی صحت و سلامتی کے لیے دعا گو ہوں۔ اور جو مرحوم ہو چکے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ بحق محمد و آل محمد علیہم السلام اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عنایت فرمائے۔

والسلام

سید نزاکت حسین کاظمی

مفتی صدر دفتر امور دینیہ مظفر آباد آزاد کشمیر

امام الانبیاءؐ کا سجدہ

بندگی کا شعار سجدہ، تسلیم و رضا کا نام سجدہ ہے۔ ملائکہ کو پہلا حکم سجدہ کرنے کا ملا، جس نے نہ کیا وہ آج تک راندہ درگاہ ہے۔ انسان کے لیے مقام فکر ہے کہ جس نے ایک سجدہ نہ کیا وہ مردود، ابلیس اور شیطان ٹھہرا، اور جو کئی سالوں تک سجدہ نہ کرے اس کا مقام کیا ہوگا؟

بقول اقبال ؎

حریم تیرا خودی غیر کی معاذ اللہ
دوبارہ زندہ نہ کر کاروبار لات و منات
وہ اِک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
دیتا ہے ہزار سجدوں سے آدمی کو نجات

قرآن حکیم میں لفظ سجدہ چونسٹھ (۶۴) مقامات پر وارد ہوا ہے۔ جہاں بھی خالق کی فرمان بردار مخلوق کا تذکرہ ہے تو اس میں سجدہ کا ذکر ہے۔ قرآن مجید کی نگاہ میں سجدہ علامت ہے شرافتِ انسان کی، سجدہ کمالِ حیات انسانی، انعام و نعمت پر سجدہ، اپنی خطا دیکھی تو سجدہ، خوشی ملی تو سجدہ، غم آگیا تو سجدہ، بلکہ انبیا کرام کا شعار سجدہ ہے اور جو سجدہ کا عادی ہو جاتا ہے اس میں جرأت آجاتی ہے۔ طاقت مل جاتی ہے جس کی مثال فرعون کے دربار میں عظمت موسوی دیکھ کر سجدہ ریز ہونے والے جادوگروں کی ہے، کہ جب

فرعون نے ان سے کہا کہ تم نے اجازت کے بغیر اعلان ایمان اور سجدہ کیا میں تمھیں پھانسی دوں گا تو اتنی جرأت آگئی کہ کہنے لگے:

لَا ضَيْرَ إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا مُنقَلِبُونَ (سورۂ شعراء)

یہ سجدہ کی طاقت تھی کہ جو پیشانی سجدہ پر جھک جاتی ہے وہ غیر اللہ کے سامنے کسی منزل پر اپنی عاجزی و تواضع کا اظہار نہیں کرتی، لیکن کیا کہنے ان باعظمت ہستیوں کا جو آدمؑ سے لے کر خاتمؐ تک ساجدین گزری ہیں اور کتنی عظمت کا مالک ہے وہ خاندان جس کے نسب نامے میں کہیں بھی کسی بت پرست کا تذکرہ نہیں بلکہ سجدہ گزار ہی سجدہ گزار ہیں۔ جہاں قرآن حکیم پکار پکار کر کہہ رہا ہے:

وتقلبك في السجدين (سورہ الشعراء)

یہ پیغمبر گرامیؐ کے آباواجداد ہیں جو سب کے سب سجدہ گزار تھے۔ اور ایسے سجدہ کیا کہ ؎

جبین سجدہ کرتے ہی رہے گی
حق بندگی ہم نے ادا کر دیا

اولادِ پیغمبرؐ کا سجدہ بقول میر تقی میرؔ ؎

شیخ پڑے محراب میں پہروں دوگانہ پڑھتے ہیں
سجدہ ایک اس تیغ تلے کا ان سے ہو تو سلام کریں

زیرِ نظر کتاب "امام الانبیاء کا سجدہ" حجۃ الاسلام علامہ مفتی سید نزاکت حسین کاظمی مدظلہ کی عمدہ تحقیقی کاوش ہے۔ جو اپنے عنوان اور مواد کے اعتبار سے منفرد ہے۔ رمضان المبارک ۱۴۳۲ ہجری ۲۰۱۱ء کی مبارک ساعتوں میں مجھے مسودہ کتاب دیکھنے کو ملا۔ اول تا آخر بغور پڑھا بلکہ جہاں ضرورت محسوس کی مناسب اضافہ بھی کر دیا۔ چونکہ کتاب حوالوں سے لبریز ہے۔ ایسے میں تسلسل و روانی مشکل ہو جاتی ہے لیکن بھرپور کوشش کی

گئی ہے کہ قارئین کو کہیں دشواری پیش نہ آئے۔ خلاق عالم سے دعا ہے کہ قبلہ مفتی صاحب کی پہلی دو کتب ''وضو اور قرآن'' اور ''ماتم ازواج نبیؐ'' کی طرح یہ کتاب بھی شہرت عامہ وخاصہ حاصل کرے اور پروردگار مفتی صاحب کی توفیقات میں مزید اضافہ فرمائے۔

والسلام
سید تصور حسین نقوی الجوادی (مظفر آباد)
آزاد کشمیر

مقدمہ

جوزہ علمیہ جامعہ المنتظر ۱۹۹۰ء سے فراغت کے بعد ذہن پر دباؤ رہا کہ تحریر و تحقیق کا کام کیا جائے اور ایسے موضوعات کا انتخاب کیا جائے جس پر اب تک بہت کم کام ہوا ہے۔ میری نظر میں اب تک جن موضوعات پر قابلِ قدر کام نہیں ہوا ہے وہ موضوع تقابل احادیث ہے، اس پر جامع قسم کا کام جو وقت کی اشد ضرورت تھی۔ ہونا چاہیے تھا، تا کہ یہ کام مستقبل کی ضرورت اور نئی نسل کے لیے ایک علمی خزانہ کی فراہمی کا ذریعہ بنے۔

مکتب اہلِ بیتؑ دیگر اسلامی مسالک سے کوئی جدا مذہب نہیں ہے البتہ شریعت کو سمجھنے، جاننے اور پیغمبرؐ اسلام تک رسائی حاصل کرنے کے لیے جن ذرائع ابلاغ کو استعمال کیا گیا ہے. وہ ذرائع اور اسناد تو مختلف ہیں، مگر منبع ہدایت ورشد اور شریعت کے بانی اور مفسر اسلام سرکار خاتم المرتبت پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات مبارکہ تو ایک ہے۔ لہٰذا بہتر جانا گیا کہ ایک ایک موضوع کو لے کر بین الفریقین احادیث کو جمع کیا جائے۔

مکتب اہل بیتؑ کے پیروکاروں کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ پیغمبرؐ اسلام سے دین سیکھنے والوں کی قربت یہ تھی کہ مصطفیٰؐ کی لسان مرتضیٰؑ کی زبان تھی۔ مجتبیٰؑ کا دوشِ مبارک سردارانِ جنت کی سواری تھی۔ جگرِ رسولؐ اور گود بتولؑ تھی۔ اول بھی محمدؐ تھا اور آخر بھی محمدؐ تھا۔ اس مقام پر ایک سطحی ذہن رکھنے والا انسان بھی فیصلہ کرسکتا ہے کہ منزل کی قربت

کے لیے کس مجرب قانون اور دوا کی ضرورت ہوگی، لہٰذا مکتب اہل بیتؑ کی احادیث کے راویان کی پہچان تو اس طرح ہے کہ ماں اپنی گود میں لیے ہوئے بچے کو دودھ پلاتے وقت اس طرح کا درس دے رہی تھی کہ آپ کے نانا جان کے ہم پلا انسان پورے جہان میں کوئی نہیں تھا اور آپ کے والد حیدرؑ کرّار سے بڑھ کر کوئی ہم مثل نہیں ہے۔ آپ وارثانِ جنت ہیں، امامت آپؑ کے نسب وحسب سے ہے، دین کی بقا آپؑ سے ہے، دین کی محافظت آپؑ سے ہے۔ یہ تعارف راویان احادیث کا تھا، تاکہ امت کو معلوم ہو جائے کہ احادیث کی اسناد کہاں سے لی جائیں، لہٰذا امامیہ مسلک کے نزدیک اس سلسلہ اسناد اور راویان سے بڑھ کر کوئی دیگر ذرائع نہیں ہیں۔ اس طرح جیسے وارثانِ جنت اور طالب جنت میں فرق ہے، جس طرح صامت قرآن کو سمجھنے کے لیے ناطق قرآن کی ضرورت ہے۔ اسی طرح اُسوۂ رسولؐ کو قیامت تک باقی رکھنے کے لیے نمونہ رسولؐ کو قیامت تک باقی رکھنا ہے۔

فرمایا:

اولنا محمد آخرنا محمد اوسطنا محمد کلنا محمد

اس طرح امام مہدی سرکار امام زمانہ علیہ السلام کا قرب قیامت کے لیے انتخاب کیا گیا ہے لہٰذا اس سلسلہ کی یہ پہلی کڑی امام الانبیاء کا سجدہ ہے اور آ سجدہ الخ: موضوع کو جاری رکھا جائے گا۔ حتی المقدور کوشش کی گئی ہے کہ ہر قسم کے تعصب، عناد اور منافرت سے یہ کتاب محفوظ رہے۔ اس کتاب کے موضوع میں سجدہ کا اختیاری اور اضطراری حالت میں صحیح اور درست کرنے اور سمجھنے میں وضاحت کی گئی ہے۔

موضوعات اور اعتراضات

اس کتاب کے موضوعات اور اُس پر زیر بحث اعتراضات کے تعین کی فہرست

نقل کی جا رہی ہے:

(۱) رسالت مآب ﷺ کی اتباع کی فرضیت۔

(۲) سجدہ درست کیسے ہے؟ سرکار نبی آخر الزمان ﷺ کا سجدہ کرنا اور آپ کا صحابہ کرام کو سجدہ کرنے کا حکم دینا اور صحابہ کرام کا سجدہ کرنے احادیث فریقین کی روشنی میں اور اقوال صحابہ کرام اور اہل بیت اطہارؑ کے عمل کے ذریعے سے۔

(۳) شیعہ مکتب فکر کا سجدہ کے بارے میں نقطۂ نظر

(۴) مقدس مقامات کی مٹی کی حیثیت

(۵) اعتراضات اور جوابات

قارئین کرام سے التماس ہے کہ اگر کہیں کوئی لفظی اور تحریری غلطی پائی جائے مجھے آگاہ فرمائیں، تا کہ آئندہ ایڈیشن میں ان غلطیوں کا ازالہ کیا جا سکے۔ مجھے اپنی کم علمی اور کم مائیگی کا احساس اور اعتراف ہے، لہٰذا پیشگی معذرت کا طلب گار ہوں۔

آخر میں یہ ابتدائی کاوش کی اُجرت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں امام زمانہ علیہ السلام کے وسیلے سے طلب گار ہوں۔

والسلام

احقر سید نزاکت حسین کاظمی

مفتی مظفرآباد آزاد کشمیر

آغازِ سخن

اسلام کی بنیادی تعلیمات اور عبادات کا پہلا رکن نماز اور نماز کا اہم ترین رکن سجدہ ہے۔ بندہ جب حالت نماز میں زمین پر جبین رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تسبیحات کا ورد کرتا ہے، اگر چہ یہ عمل نہایت پست ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کا یہ عمل بہت پسندیدہ ہے۔ اور یہ عمل ہے جو حق اور باطل کی پہچان ہے۔ یہ خدا کے سامنے عجز وانکساری کا اعلیٰ ترین مظہر اور عبودیت کی قبولیت کا بہترین ذریعہ ہے۔ چونکہ پیشانی منبع غرور وتکبر ہے اور جب بندہ اسی مخزن تکبر کو خاک پر رکھ کر سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ کہتا ہے تو رب علی و اعلیٰ کو اپنے بندے کی یہ ادا پسند آتی ہے اور خالق اپنی نظر رحمت والطاف فرماتا ہے:

اَوَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ یَّتَفَیَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْیَمِیْنِ وَ الشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَ هُمْ دٰخِرُوْنَ ○

”کیا ان لوگوں نے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا نہیں دیکھا؟ جن کے سائے کبھی ایک طرف اور کبھی دوسری جانب اس طور پر جھکے جاتے ہیں جیسے سجدہ میں ہیں وہ ایسا کرنے میں مجبور ہیں“۔

(سورۂ نحل:۴۸)

وَ لِلّٰهِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ

وَّ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَ ھُمۡ لَا یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ ○ (النحل:۴۹)

"اللہ تعالیٰ ہی کے لیے سجدہ ریز ہیں، جو بھی آسمان وزمین پر چلنے والی ہیں جبکہ فرشتے تکبر نہیں کرتے ہیں"۔

اللہ تعالیٰ کی رضا اور قربت کے لیے سجدہ سے بڑھ کر اور کوئی ذریعہ نجات نہیں۔ لہٰذا قرآن مجید کی راہنمائی سے یہ عمل اظہر من الشمس ہے کہ انسانوں کے ساتھ ساتھ کائنات کی تمام موجودات خداوند عالم کے سامنے سجدہ ریز ہوتی ہیں۔

قرآن کریم نے اس بات کو اس طرح متعارف کرایا ہے:

وَلِلّٰہِ یَسۡجُدُ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ (سورۂ رعد:۱۵)

"جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے خدا کے لیے سجدہ ریز ہے"۔

تمام مسلمانانِ عالم اس مسئلہ پر متفق ہیں کہ نماز عبادات کا اہم رکن اور فروع دین کی پہلی چابی ہے۔ جس کے بغیر کوئی بند تالا نہیں کھل سکتا۔ لہٰذا نماز ہی اسلام اور کفر کی پہچان ہے۔ نماز کی درستگی ہی قبولیت کے ساتھ منسلک ہے۔ نماز اللہ تعالیٰ کے فرمان اور امام الانبیاء خاتم المرسلین ﷺ کے عمل کی اتباع سے ادا کی جائے۔ قبولیت بھی ہوگی، لہٰذا نماز اپنے ارکین کے ساتھ مربوط ہے۔ اگر نماز کے افعال اور ارکان صحیح طور پر بجا نہ لائے جائیں تو صحیح نماز قرار نہیں پائے گی۔

ہمارا موضوع بحث نماز کا اہم رکن سجدہ ہے اور سجدہ نماز کا مغز ہے۔ جب تک نمازی سجدہ کی کیفیت اختیار نہیں کرتا اس وقت تک اللہ تعالیٰ کا ذکر عبادت تو شمار ہوتا ہے لیکن نماز قرار نہیں پاتی، لہٰذا پاک نبی کریم ﷺ نے جو نماز کے سجدہ کے بارے میں طریقہ بتایا ہے اس کی دو حالتیں ہیں:

① اختیاری صورت ② اضطراری صورت۔

① اختیاری صورت

نمازی کو جب ہر طرح سے آزادی ہو اور وہ سفر یا خوف میں مبتلا نہ ہو اور سجدہ کرنے میں بظاہر کوئی رکاوٹ بھی نہ ہو تو اس وقت اس کا سجدہ اس طرح درست ہوگا:

① زمین پر (مٹی اور اقسام مٹی پر) بشرط خشک ہو۔

② نباتات سے بنائی گئی چٹوں اور شاخوں کی چٹائی اور فرش پر بشمول گھاس اور بوسہ پر۔

③ لکڑی کے تخت پر اور اس سے بنائے گے فرش پر کیا گیا سجدہ درست ہوگا۔

④ زمین اگر دستیاب نہیں یا نجس اور مضر صحت (گرمی یا سردی کی بنا پر) ہو تو زمین کو قائم مقام سجدے گاہ کی صورت میں قرار دے کر نمازی کی ادائیگی ہوگی۔

⑤ موجود زمانے میں بہترین وسائل کی بنا پر مساجد میں جو چٹائی، دری یا کارپٹ بچھائی جاتی ہے اگر اس میں شک کا احتمال ہو جس کا پاک قرار دینا مشکل ہو کہ اس پر نمازی کی درستگی کے لیے پاک ہونا ضروری ہے تو اس احتمال کو دور کرنے کے لیے مٹی سے بنائی گی سجدہ گاہ یا نباتات سے تیار کردہ سجدہ گاہ پر نماز درست ہوگی۔ البتہ سجدہ گاہ صرف شک دُور کرنے کے لیے نہیں بلکہ کارپٹ اور دری پر سجدہ درست ہونا ہر حال میں محلِ اشکال ہے اگرچہ نجس نہ بھی ہو۔

⑥ پاک مٹی سے زمین کی صورت میں کسی سجدہ گاہ کی ضرورت نہیں ہے البتہ مقدس مقام کی مٹی سے بنائی گئی سجدہ گاہ کی افضلیت کا اپنا مقام ہے بشرطیکہ وہ بھی مٹی ہو ورنہ زمین پر سجدہ کرنا ہی ہر شے سے افضل ہے۔

۲ اضطراری صورت

اگر ایک نمازی کسی سفر، جنگ، حالت خوف یا مشکل میں ہو، جس میں اس کو سجدہ کرنا اور نماز کی تکمیل کرنا دشوار ہو یا سجدہ کرنے میں رکاوٹ ہو تو پھر قانون اضطرار کی بنا پر ہر چیز پر سجدہ کرنا درست ہوگا:

① گرمی یا سردی کی بنا پر کپڑوں پر

② سفر میں حالت خوف کی وجہ سے سواری پر

③ حالت اضطرار میں مشکوک شے پر

④ گاڑی اور جہاز کے سفر میں لوہا اور معدنیات پر، وغیرہ اضطرار کی صورتیں ہیں۔

۳ سجدہ کی ممانعت

نجاسات، کھانے اور پہننے کی چیزوں پر حالت اختیار اور حالت اضطرار میں سجدہ کرنا درست نہیں ہے۔

قانون

① حالت خوف اور مسافرت میں اضطراری کیفیت کا اطلاق ہوتا ہے اور اسوقت قانون میں نرمی ہوجاتی ہے لیکن اختیاری صورت کا قانون تبدیل یا ٹوٹ نہیں جاتا اور جیسے ہی حالات پلٹ کر اختیاری حالت میں بدل جائیں گے تو قانون اپنی پوزیشن میں بحال ہوجائے گا۔

② اس اضطراری صورت کو بعض جگہ سجدہ صحیح قرار دیا جاسکتا ہے۔ زمین کو قائم ومقام قرار دے کر سجدہ گاہ رکھ کر نماز کی ادائیگی کی جاسکتی ہے۔ اس موضوع پر مزید تفصیلات سپرد قلم کی جاتی ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا سجدہ

نبی کریم ﷺ کا قول اور عمل تمام مسلمانوں پر حجت ہے۔اس کے مطابق ہی ایک مسلمان کا عمل اسلام کے مطابق قرار پاتا ہے اور کوئی بھی مکتبہ فکر اس کے اندر رہ کر فتوی دے سکتا ہے۔ اگر اس کے علاوہ کوئی عبادت گزار یا مجتہد فتوی دینے کی کوشش کرے گا تو وہ اسلام کے مطابقت نہ ہونے کی وجہ سے عبادت الٰہی کی تشریح نہیں ہوگی۔ اس طرح بلا تبصرہ یہ مسئلہ جانا جائے کہ عبادت الٰہی کے کسی رائے پر عمل نہیں کیا جاتا بلکہ شارح کے مطابق عمل کرنے سے عبادت قبول ہوتی ہے۔اب اس مقام سے پاک نبی اکرم ﷺ کا اتباع اور اطاعت فرض جیسا آپ کرتے جائیں گے دنیا مسلمان پر طریقہ حجت ہے۔

فرضیت نماز

نماز کے لیے نبی کریم ﷺ جسم کے سات اعضا زمین پر رکھتے تھے:

[۱] پیشانی [۲] دونوں ہتھیلیاں [۳] دونوں گھٹنے اور [۴] دونوں پاؤں کے انگھوٹوں کی ہڈیاں۔

امام انبیاء کا اختیاری صورت میں سجدہ

① زمین: مٹی، ریت، چٹان جن پر خشک زمین کا اطلاق ہوتا ہے۔

② سجدہ گاہ: جو مٹی سے تھا یا نباتات سے، جو سجدہ کے لیے ماتھے کی حد تک تھی جس کو خمرہ کہا جاتا ہے۔

③ مصلی: ایک ایسی چٹائی جس پر ایک نمازی کا تمام جسم آ تا تھا جسے (حصیر) مصلی کہتے ہیں۔کھجور کے پتوں اور شاخوں سے بنایا جاتا تھا۔

④ لکڑی کے تخت: جو نماز کے لیے تیار کیا گیا تھا مصلی کی مانند تھا۔

⑤ پتوں سے بنائے گئے فرش: فرش چٹائی کی طرح تھے جس پر دن کے وقت آرام کیا جاتا تھا اور رات کو بستر کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔

اضطراری صورت میں سجدہ

① گرمی یا سردی کی بنا پر کپڑوں پر۔

② سفر میں حالتِ خوف کی وجہ سے سواری پر نماز کی ادائیگی کر لی جاتی تھی، لیکن امن کی جگہ میں اس کی صورت تبدیل ہو جاتی تھی۔

قانون

امن اور خوف ہر دو حالت میں ہوتا ہے، لیکن اس کا اطلاق اپنے اپنے مقام پر رہتا ہے۔ اس کا اُلٹ ہونا اس کے ساتھ عدل نہیں بلکہ ظلم کے ضمرے میں آتا ہے جو دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔

باب اوّل

شریعت کا پہلا ماخذ قرآن حکیم ہے

خصائصِ نبیؐ اور نصِ حجیت

قرآن حجت ہے اور اس کی تشریح و تعبیر کے لیے احادیث پیغمبر ﷺ کی ضرورت ہے۔ اس مقام پر پاک نبی ﷺ کے خصائص اور حجیت کی چند آیات تحریر کی جاتی ہیں۔

[۱] نطقِ نبی ﷺ

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى

''وہ تو وہی کہتا ہے جو وحی کہتی ہے''۔ (سورۂ نجم ۳ تا ۴)

[۲] عمل نبی ﷺ

وَ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى

''اے میرے محبوب! تیر آپ نے نہیں پھینکے بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکے تھے''۔ (سورۂ انفال: ۱۷)

[۳] نبی کریم ﷺ سے محبت اللہ سے محبت ہے

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

''مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے''۔ (سورۂ حجرات: ۱۵)

[۴] نبی کریم ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے

وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (سورۃ انفال)

"اگر تم مومن ہو تو حکم مانو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کا"۔

[۵] کامل مومن کی پہچان

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (آل عمران:۳۱)

"اے محبوب! فرما دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو پھر میری اتباع کرو اور اللہ تعالیٰ تمھیں دوست بنا لے گا، اس طرح تمھارے گناہ بخش دے گا. چونکہ وہ غفور و رحیم ہے"۔

[۶] نافرمان پیغمبرؐ جہنمی ہے

وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ یُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِیْهَا (النساء:۱۴)

"اور جو اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا. اور اللہ کی قائم کردہ حدوں سے آگے بڑھے گا، وہ ہمیشگی قائم رہنے والی آگ کے عذاب میں مبتلا رہے گا"۔

[۷] رسالت مآب ﷺ کا حکم امر و نہی ہے

وَمَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝ (سورۃ حشر:۷)

"جو کچھ تمھیں رسولؐ عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے وہ منع

فرمائیں رُک جاؤ اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے"۔

[۸] رسولؐ اللہ کا فیصلہ اللہ کا فیصلہ ہے

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ (سورۃ احزاب:۳۶)

"کسی مرد مومن نہ کسی مومنہ عورت کو یہ حق پہنچتا ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول حکم فرما دیں تو اسے اپنے معاملے میں اختیار ہے" (یہ فیصلہ حتمی ہو جاتا ہے]

[۹] سرکار نبی ﷺ امت کے لیے نمونہ ہیں

كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورۃ احزاب:۲۱)

"بے شک آپ کے لیے سرکار دو جہان بہترین نمونہ ہیں"۔

[۱۰] اطاعت نبیؐ اطاعت اللہ ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ (سورۃ نساء:۵۹)

"اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسولؐ اور ان کا جو تم میں صاحبانِ اُولی الامر ہیں پھر اگر کسی بات پر جھگڑا ہو جائے تو اللہ اور اس کے رسولؐ کے حضور رجوع کرو۔ اگر تم اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہو"۔

پیغمبر اسلام ﷺ دین کی مکمل اتھارٹی ہیں

اتھارٹی کیا ہے؟ یہ وہ قائم مقامی ہے جو نائب کی حیثیت سے استعمال کی جاتی ہے اور وہ اختیار پہلے سے قانون اور ضابطے کے مطابق متعین ہے۔ اس طرح اس پر کسی غیر کے گواہ بننے اور مشاورت کی ضرورت نہیں ہوتی کہ کہاں اور کس مقام پر کسی حالت میں یہ اختیار استعمال ہوتے ہیں؟ اس کا دوسرا مطلب پاور آف اتھارٹی ہے۔ اس کا واضح مقصد تفویض شدہ اختیار کو استعمال کرنا ہوتا ہے۔ جو اختیار دے رکھا ہو اس کا استعمال ہی اصل کا حکم سمجھا جاتا ہے۔

خدا حاکم ہے، بندے اس کی مخلوق ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے لیے قانون وضع کیا ہے، لہٰذا بندوں میں جس کا انتخاب خود اللہ تعالیٰ کی ذات مبارک نے کیا وہی اس اختیار کو استعمال کرنے کا مجاز ہے۔ پاک نبی ﷺ کو جو اختیار دیا گیا ہے اس کے بارے میں قانونِ الٰہی کی کتاب قرآن حکیم سے درج چند آیات بطور نمونہ تحریر کی جاتی ہیں:

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی

''میرا نبیؐ اپنی خواہش سے کوئی بات کرتا ہی نہیں جو کچھ فرماتے ہیں وہ بھی کلام الٰہی ہوتا ہے''۔ (سورۂ نجم: ۳ تا ۴)

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى

''اے میرے محبوب! تیر، خاک آپؐ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی''۔ (سورۂ انفال: ۱۷)

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○ (سورۂ حشر: ۷)

''جو کچھ تمھیں رسولؐ عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے وہ منع فرمائیں

رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے"۔

اُمت پر اس حکم کی اطاعت اور اتباع فرض ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ (سورۃ نساء:۵۹)

"اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسولؐ اور ان کا جو تم میں صاحبانِ امر ہیں، پھر اگر کسی بات پر جھگڑا ہو جائے تو اُسے اللہ اور اس کے رسولؐ کے حضور رجوع کرو، اگر تم اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہو"۔

یہ فیصلہ حتمی ہو جاتا ہے۔ چند امثال تھیں جس سے پاک نبی کریم ﷺ کی اتھارٹی کی وضاحت کی جا چکی ہے۔

اسلام کی وہی تعریف ہوگی جو رسول اللہ ﷺ اپنے کلام یا عمل سے ظاہر فرمائیں گے۔ اس کی وضاحت کے لیے چند مثالیں پیش کی جا رہی ہیں:

تکمیلِ نماز

اللہ کی کتاب میں نماز کا ذکر کثرت سے آیا ہے۔ کتابِ الٰہی سے جو آیات مستنبط ہوتی ہیں اُن سے فقط اتنا بیان ہوتا ہے:

وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ ارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ

"اے ایمان والو! نماز قائم کرو، زکوٰۃ کی ادائیگی کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو"۔ (سورۂ بقرہ:۴۳)

آیت کی انتہا اس پر ہو جاتی ہے، لیکن کیا ایک مسلمان اس آیت سے مکمل نماز کی کیفیت اور ادائیگی سمجھ جاتا ہے۔ اس سے ارکانِ نماز، رکعت نماز، تعداد نماز، قرأت سجدہ اور تشہد نماز کی تفصیلات عملِ نبیؐ سے تو معلوم ہوتی ہیں، مگر یہ تفصیلات کتاب اللہ میں موجود نہیں ہیں۔ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جو نقشہ نماز کا نبی آخر الزمانؐ نے پیش فرمایا تھا کیا ہر رکن کو لازمی اور فرض قرار نہیں دیا گیا؟

فرض محال اگر کوئی ایک رکن نماز ترک یا چھوٹ جائے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں نماز قبول تصور ہوگی؟ پھر ہر عملِ نبیؐ وحی کا ترجمان ہے اور مکمل اتباع کرنے کا نام دین ہے۔ اگر کوئی شخص یہ تصور کرے کہ نماز میں کچھ عمل تو اتباع سرکار دو عالم ﷺ کے مطابق کیا جائے اور کچھ عمل اپنی مرضی کے مطابق کیا جائے تو انسان کی اپنی خواہش تو ہو سکتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں نماز مقبول و منظور نہیں ہوگی، لہٰذا نماز کے معاملہ میں جب تک اتباع سنت رسولؐ اللہ نہیں ہوگی، نماز کی تکمیل نہیں ہوگی۔

تکمیلِ زکوٰۃ

اللہ وحدہٗ لاشریک نے نماز کی طرح قرآنِ مجید میں زکوٰۃ کی فرضیت کا بھی حکم فرمایا ہے، لیکن اس کی تفصیلات اور ادائیگی کی کیفیت کا ذکر کتابِ الٰہی میں بیان نہیں کیا گیا کہ کن اموال میں سے کتنی زکوٰۃ لی جاسکتی ہے، اور ہر مال کا نصابِ زکوٰۃ کیا ہے، اور ادائیگی کس عرصہ میں ہوگی؟ وہ اموال جن سے زکوٰۃ کی کٹوتی کرنی ہے۔ان کے نام کیا ہیں. لہٰذا جانوروں کا نام و نصاب اور سونا و چاندی کا نصاب اور زمین سے حاصل شدہ اجناس کے وزن پر نصاب کیا ہوگا؟

اس کی تفصیلات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے فرامین سے ثابت ہے، جو انھوں نے مقرر کی ہے۔ وہی امت پر لازم اور حجت ہے۔ ہر مال سے کس نصاب سے زکوٰۃ

اخذ کی ہے۔ لہٰذا قرآن مجید قانون اور اُصول کی کتاب ہے۔ سنتِ نبیؐ اس قانون اور اُصول کی تشریح و تعبیر کا نام ہے، تاہم کلام اللہ قلب رسول اللہ ﷺ کا نام ہے اور سنت پر عمل رسول اللہ ﷺ کا پیغام ہے۔

فصل دوم

نبی کریمؐ مقننِ دین اور اہلِ بیتؑ مفسرِ دین

شریعت کی تشریح و تعبیر کا اختیار نبی کریم ﷺ کو حاصل ہے۔ آپؐ کی اہلِ بیتِ اطہار کو مفسر قرار دیا گیا ہے۔ دین کی تشریح و تعبیر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق قرآنِ صامت کو قرآنِ ناطق کے اختیار میں رکھا ہے۔ اہلِ بیت اطہارؑ کی اہلیت اور قابلیت کو آیت تطہیر، آیت مباہلہ، آیت مودۃ وغیرہ کو بطور نص اور مثال بیان فرمایا ہے۔ اس آیت کی تشریح پاک نبی ﷺ نے فرمائی ہے۔ ان اُصولوں کے مطابق جو تشریح ہوگی وہ زیادہ اقرب الی الدین ہوگی۔ پس آپ نے فرمایا تھا (حدیث مختلف الفاظ سے نقل ہے):

① سنن ترمذی، تفسیر الکبیر، تفسیر درمنثور سیوطی، تفسیر خازن، تفسیر طبری، تفسیر روح المعانی، مرقاۃ مفاتیح، صواعق محرقہ، ارجح المطالب، مودۃ القربیٰ، ینابیع المودۃ مستدرک حاکم، صواعق محرقہ، مسند احمد بن حنبل، ارجح المطالب۔

زید بن ارقم قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم انی تارك فيكم الثقلين بهما ان تمسكتم بها لن تضلوا بعدى احدهما اعظم من آلاخر. كتاب الله حبل ممدود من السماء الى الارض و عترتی اهل بيتی اهل بيتی ولن يتفرقا حتى يردا علیّ الحوض فانظر وا كيف تخلفونی فيهما

پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا:

''میں تمھارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں اگر میرے بعد ان کے ساتھ منسلک رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ ان میں سے ایک کو دوسرے پر برتری اور فضیلت حاصل ہے۔ یہ کتاب خدا جو آسمان اور زمین کے درمیان اتصال کا سبب ہے اور میری عترت واہل بیتؑ یہ دونوں ہرگز دوسرے سے جدا نہ ہوں گے، یہاں تک کے حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں گے، پس دیکھنا میرے بعد تم ان دونوں کے ساتھ کیا سلوک روا رکھتے ہو؟''

الا ایها الناس فانما انا بشر یوشك ان یاتی رسول ربی فاجیب وانا تارك فیکم ثقلین اولهما کتاب الله فیه الهدی والنور فخذوا بکتاب الله واستمسکوا به فحث علی کتا ب الله و رغب فیه ثم قال واهل بیتی اُذکرکم الله فی اهل بیتی اُذکرکم الله فی اهل بیتی اُذکرکم فی اهلبیتی

''اے لوگو! میں بھی ایک بشر ہوں، ہوسکتا ہے عنقریب فرشتہ خدا کی جانب سے میرے پاس آجائے۔ اور میں جواب دو کہا: میں دو چیزیں قیمتی یادگار چھوڑے جارہا ہوں، ان میں سے ایک کتاب خدا ہے جو نور ہدایت ہے۔ اس کتاب خدا سے تمسک اختیار رکھنا۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو قرآن کی اہمیت سے آگاہ کیا اور اس کے ساتھ تمسک کی ترغیب دی پھر یوں مخاطب ہوئے: دوسری میری اہل بیتؑ ہے۔ تین مرتبہ فرمایا: میں تمھیں اہل بیتؑ کے بارے میں تاکید کرتا رہا ہوں''۔

انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ واھل بیت وانھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض...(کنز العمال)

"میں تمہارے بیچ یادگار چھوڑ رہا ہوں: ایک کتاب اللہ.. اور دوسرے میرے اہل بیتؑ، اور یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ روزِ قیامت حوضِ کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں گے"۔

سجدہ میں رسولؐ اللہ کا عمل اور طریقہ

وہ اسناد اور روایات جو نبی کریم ﷺ کے فرمان سے اہل بیت اطہارؑ تک پہنچ پائی ہیں، اس میں آپؐ (نبی کریمؐ) کا سجدہ گاہ نماز کی ادائیگی کا تواتر پایا گیا ہے۔ آپؐ اپنا سجدہ زمین پر کرتے تھے یا قائم مقام زمین (جو نباتات سے ہے اس کے مصنوعات) پر کرتے تھے۔ اس لیے حالت اختیاری میں اس کے سوائے سجدہ درست نہیں ہے، البتہ حالت اضطراری میں نرمی کی گنجائش موجود ہے (جس کی تفصیل آگے آئے گی)۔

حوالہ جات

① کتاب مسلم بن حجاج صحیح مسلم باب مناقب ص ۲۷۹، ج ۲، جامع الترمذی مناقب اہل بیت ص ۲۲۰، ج ۲،

② مستدرک حاکم ج ۳، ص ۱۴۸، کتاب [۳] صواعق محرقہ باب ۱۱، فصل اول ص ۱۴۹

③ مسند احمد بن حنبل ج ۵، ص ۱۸۲ تا ۱۸۹

④ تفسیر الخازن سورۂ ال عمران آیت ۱۰۳، جلد ۱، ص ۳۲۶

⑤ تفسیر طبری، سورۂ ال عمران آیت ۱۰۳، جلد ۷، ص ۷۲

⑥ تفسیر در منثور سیوطی۔ سورہ ال عمران آیت ۱۰۳، جلد ۲، ص ۷۲

⑦ تفسیر کبیر فخر الدین الرازی۔ سورہ ال عمران آیت ۳۲۶، جلد ۴، ص ۲۷،

⑧ تفسیر روح المعانی، سورۂ ال عمران آیت ۱۰۳، جلد ۴، ص ۱۶

⑨ مرقاۃ المصابیح باب فضائل اہل بیتؑ، ص ۸، جلد ۱۸، کتاب مستدرک حاکم ج ۳، ص ۱۴۸، کتاب [۲] صواعق محرقہ باب ۱۱، فصل اول، ص ۱۴۹، مسند احمد بن حنبل ج ۵، ص ۱۸۲ تا ۱۸۹، کتاب کنز العمال جیا بالاعتصام بالکتاب والسنۃ ص ۴۴

باب دوم

مآخذِ شریعت

امت اسلامیہ کے عقلا وفضلا نے شریعت کی تشریح وتعبیر کے لیے چار ماخذ اور اُصول قرار دیے ہیں۔ جب بھی دین کی تشریح مطلوب ہوتی ہے ان اُصولوں کو مدنظر رکھ کر مسائل کا استنباط کیا جاتا ہے۔ دین میں جن لوگوں کو دین کی تفسیر کرنے کا حق ہے ان کا درجہ اجتہاد پر فائز ہونا ضروری ہے۔ جن کی شریعت پر گہری نظر ہوتی ہے۔ بنیادی طور پر امت کے دونوں مسالک (مکتب اہلِ بیتؑ اور مکتب اہلِ سنت) کے مآخذ شریعت چار ہیں، لیکن ان کی تعریف میں اختلاف ہے۔ البتہ دو مآخذ پر اتفاق اور دو پر اختلاف ہے جن پر اتفاق ہے وہ قرآن اور احادیث ہیں، البتہ اسناد احادیث میں اختلاف ہے اور جن ماخذین میں اختلاف ہے وہ اجماع، قیاس یا عقل ہیں۔

(۱) قرآنِ حکیم

قرآنِ حکیم کی تشریح اس کے اوامر ونواہی، ناسخ ومنسوخ، مطلق ومقید، عام و خاص، مفرد، جمع، حقیقی ومجاز وغیرہ اُصول قانون (فقہ) کے مطابق سمجھا جاتا ہے۔

(۲) سنت

نبی کریم ﷺ کے قول، فعل اور عمل کا نام حدیث یا سنت ہے۔

(۳) اجماع

ہر دو مسالک کی تعریف مختلف ہے۔ اہل سنت مسائل شرعیہ فرعیہ کو جاننے کے

لیے اجماع صحابہ، جن کے اقوال اور سکوت کی بنیاد پر اجماع قرار دیتے ہیں کہ پاک نبی ﷺ کے قول یا ایسا عمل پر جو کوئی کرے اور دوسرے اس پر اتفاق کریں یا سکوت اختیار کریں تو اس کو اجماع کہا جاتا ہے۔

کتب اہل بیتؑ کے علماء کہتے ہیں جب کہ روایت کتب اہل بیت ائمہ اطہارؑ کے اقوال واسناد سے کی گئی ہوں، اور اجماع فقہاء زمانہ کے علماء کسی ایسے مسئلہ پر متفق ہو جائیں جس میں نص معصوم ہو، اس کو اجماع کہا جاتا ہے۔

(۴) قیاس وعقل

اگر کسی مسئلہ کو تمثیل کے ذریعے سمجھا جائے تو قانون قیاس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس کے مقابل اگر مسئلہ قواعد وضوابط کے مطابق ہو، اور اس کے مطابق حل کیا جائے تو اس کو قانون عقل کہتے ہیں۔

پیغمبرؐ اسلام کے مفسرین

اُمت کے پیشوا اور پاک نبی کریم ﷺ کے مفسر تین طبقے ہیں:

(۱) ازواج النبیؐ (۲) اصحاب نبیؐ (۳) اہل بیت نبیؐ

پاک نبی کریم ﷺ سے جن طبقوں نے استفادہ کیا وہ تین طبقے تھے اور مابعد امت نے دین کی تشریع اور تعبیر ان کے اقوال اور عمل سے حاصل کی، چونکہ یہی حضرات پاک نبیؐ کے مخاطب اور شاگرد تھے لہٰذا ان کے اقوال اور عمل کو بھی حجت قرار دیا گیا ہے۔ امت محمدی کے محدثین اور فقہاء نے اس پر استدلال کیا ہے کہ ان کا دین سے مغائر قول اور عمل ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا قیاس کے بجائے ان سے قول لینا زیادہ بہتر ہے۔

فقہائے مکتب اہلِ بیتؑ

فقہائے مکتب اہلِ بیتؑ جب کوئی فتویٰ دیں گے یا نظریہ بیان کریں گے تو قواعد شریعہ کے مطابق دیں گے، اس لیے مکتب اہلِ بیتؑ کے فقہاء اور مجتہدین جب شریعت کی تشریح و تعبیر کرتے ہیں وہ نص قرآن کریم اور فرامین سرکار رسالت مآب ﷺ اور آپ کے اہل بیت اطہار علیہم السلام کی سیرت و سنت کے مطابق کرتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ جہاں دین کے مفسر کی نص وارد ہے وہ شبیہ محمدیؐ اور آلِ محمدؐ ہی ہیں، جو محافظ دین اور مجسمہ نور الثقلین ہیں۔ ان کی مکمل اتباع کرتے ہوئے علماء اور فضلاء اپنے عقیدے کی بنیاد اُصول اور فروع دین کی تشریحات اہلِ بیت اطہار کے اقوال اور اسناد سے کرتے ہیں۔ صحابہ کرام اور ازواج مطہرات کے اسناد سے بھی مستفید ہوتے ہیں، بشرطیکہ ان سے بیان کردہ اسناد کے مطابق صحیح ہو، اور اسناد ائمہ اس کی تائید کرتی ہو۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

> ''اپنے بعد دو قیمتی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ان کی پیروی فرض اور آخرت کی نجات ہے''۔

اگر کوئی عابد اللہ تعالیٰ کی عبادت کو صحیح قرار دینا چاہتا ہے اور نبی کریم ﷺ سے حوض کوثر پر سفارش کی اُمید رکھتا ہے تو پھر آپؐ کے فرمان کے مطابق اس کی پیروی کرنا ہوگی، جس طرح امام الانبیاء ﷺ نے امت کو ہدایت اور نجات کا طریقہ بتایا ہے اس کے مطابق اتباع کی فرضیت ہے اور یہی امت کے لیے بہتر طریقہ ہے۔

فقہائے مکتبِ اہلِ سنت

فقہائے مکتب اہل سنت شریعت مقدسہ کی تشریح و تعبیر کے لیے بھی مآخذ قرآن مجید احادیث رسول ﷺ کے علاوہ صحابہ کرام، ازواج مطہرات کے نظائر اور اقوال کے

بعد قیاس کو ترجیح دیتے ہیں، لہٰذا نماز کے سجدے کو وسعت قرار دے کر ہر پاک شے پر سجدہ کرنا صحیح سمجھتے ہیں البتہ اختیاری اور اضطراری صورت میں فرق نہیں رکھتے ہیں۔ اس طرح بیان کردہ حقائق کی روشنی میں مسلمانوں کے دونوں گروہ محض خالق کائنات کے حضور اظہار عجز و انکساری، اس کے فرمان کی تعمیل اور اس کی خوشنودی کے خاطر سجدہ انجام دیتے ہیں۔

رسالت مآب ﷺ کی ذات مبارک شریعت میں حجیت کے متعلق اس کلام میں نمبر [۱] سے آغاز کرتے ہیں۔ اس حصے میں سرکار امام الانبیاء ﷺ کے بارے میں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے اُس کو بیان کیا جاتا ہے، تا کہ حجیت کلام الٰہی سے معلوم کیا جائے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک نے اپنی مقدس کلام میں کس کمال سے ذکر فرمایا۔ اور اپنے حبیب احمد مجتبیٰ ﷺ کو ہی اپنا جلوہ دکھایا اور فرمایا: ان کی اتباع اور اطاعت ہر عمل میں فرض ہے۔

(نوٹ:) اس نقطہ پر تمام مسالک کا اجماع ہے کہ امام الانبیاء کے دین کا مفسر کوئی دوسری ذات یا نبی نہیں ہو سکتا، جو اس اُمت میں سے نہ ہو، اس لیے اس پر امت کا اجماع ہے کہ قرب قیامت میں آپ کا بیٹا حضرت حجت امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا اور دین کی باگ ڈور آپ سنبھالیں گے اور امت کو ایک جھنڈے تلے جمع کرتے ہوئے عدل انصاف کو قائم کریں گے اور پھر اسلام دشمن قوتوں کے خلاف نبرد آزما ہوں گے، اور قیادت میں حق و باطل کا امتیاز ہو جائے گا۔ اور زمین سے ظلم و جور کا مکمل خاتمہ ہو کر زمین پر نظام عدل الٰہی قائم ہو جائے گا۔ (ان شاء اللہ)

باب سوم

سجدہ کی فرضیت

سجدہ کی فرضیت سات اعضاء پر ہے

ایک مسلمان کا امتیاز دیگر مذاہب سے اس وقت ہوتا ہے جب وہ نبی کریم ﷺ کے جھنڈے تلے آجاتا ہے اور دیگر عقائد سے لاتعلقی کا اظہار کرتا ہے۔ لیکن پھر بھی اُصول دین عقیدہ باطنی کا نام ہے، جس کا کھلے عام ظاہر ہونا مشکل ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس تعلق اور عمل کو فروعات کے ذریعے ظاہر کر دیا ہے۔

فروعات دین میں نماز کا پہلا درجہ ہے، جہاں سے ایک مسلمان کے دیگر مذاہب سے امتیازات شروع ہو جاتے ہیں اور اس کے بعد دیگر عبادات کا مقام و مرتبہ ہے جو اپنے وقت اور مال سے مقید ہے، جیسے کہ روزہ رمضان کے ساتھ فرض ہے، زکوٰۃ مال کے ساتھ مشروط ہے اور حج مال اور سفر کے ساتھ منسلک ہے۔ اس طرح ہر عمل اپنی شرائط کے تابع ہے اور نماز بھی اپنی شرائط کے ساتھ مشروط ہے۔ جب تک شرائط کی تکمیل نہ ہوگی اس وقت تک عبادت درست تصور نہیں ہوگی، جیسا کہ پاک نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔

اگر اس سے قیاس کر کے کوئی عمل ثابت کرنے کی کوشش کی گئی جو شارح امام الانبیاء کے طریقہ کے مغائر ہے تو پھر کوئی عمل بھی عبادت قرار نہیں پائے گا اور تمام عمل رائیگاں متصور ہوگا۔ جس کی ایک مثال یہ ہے کہ اگر کوئی نماز کی ادائیگی کرنا چاہتا ہے اس

کا وضو، وقت، قبلہ، نماز کی جگہ مباح ہونا لازم ہے۔ اگر کوئی قبلہ سے منحرف ہو کر رات بھر تہجد گزاری کرتا رہے اور جان کر کہ میرا منہ قبلہ کی جانب نہیں ہے تو پھر کون مجتہد، اور فقیہ یہ فتویٰ دے گا کہ رات کی نماز اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوگی۔ اس طرح بغیر عذر شرعی اگر کوئی شخص سات اعضاء میں سے کسی ایک عضو کو زمین پر نہ رکھے اور جان کر اس کو زمین پر رکھنے کے لیے تیار نہیں ہے تو وہ عمل جو دن اور رات کیا گیا ہو وہ صحیح نہ ہونے کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے ہاں اور سرکار نبی کریم ﷺ کی سیرت کے خلاف ہونے کی بنا پر مسترد ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمان کے لیے نماز کو ظاہری صورت کے مطابق رکھا ہے تاکہ اس سے ایک جانب اسلام اور کفر میں پہچان رہے، اور دوسری جانب مسلمان اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہے۔ اس سے ایک بندے کا اللہ تعالیٰ سے رابطہ قائم رہتا ہے۔ اور اس طرح جب ایک مسلمان اللہ کی اطاعت کرتا ہے وہ اطاعت اس کو خالق سمجھ کر کرتا ہے جب اس کے علاوہ انسان مخلوق ہے اور مخلوق کا وہی قانون ہوتا ہے جسے خالق کائنات نے بندوں کے لیے پسند کرتے ہوئے معین فرمایا ہے۔ اس لیے کہا گیا کہ انسان کی اپنی سوچ اور قانون گمراہی ہے، جو تابع اور متبوع نہ ہونے کی وجہ اللہ تعالیٰ سے سرکشی ہے، البتہ انبیائے کرامؑ کے ذریعہ انسان کی ہدایت اور رشد کے راستے واضح کیے ہیں تاکہ انسان گمراہی سے بچ سکے اور ہدایت اور فلاح پاسکے۔

نماز عبادت کا پہلا رکن ہے جو شب و روز پانچ مرتبہ اللہ تعالیٰ کے حضور سر سجدے رکھ کر اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ میں عاجز ہوں اور آپ مالک حقیقی ہیں، البتہ نماز کا طریقہ وہی ہے جو پاک نبی کریم ﷺ نے امت کے سامنے پیش کیا۔ اس کے مطابق نماز کی ادائیگی اور قبولیت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر نماز کی ادائیگی کے وقت حالتِ سجدہ میں سات اعضاء

زمین پر رکھنے فرض قرار دیے ہیں:

① پیشانی۔

② دونوں ہتھیلیاں۔

③ دونوں گھٹنے۔

④ دونوں پیروں کے سروں کی ہڈیاں کے افعال ظاہریہ پر نماز کی ادائیگی کی جاتی ہے۔ البتہ زمین پر پیشانی بغیر سر کے بالوں اور کپڑے پر ہوگی۔

حدیث نبوی اور عمل نبی کریمؐ ذیلی احادیث کتب صحاح ستہ کے علاوہ کثرت سے احادیث کی دیگر کتب میں بھی پائی جاتی ہیں:

① سنن ابوداؤد، سنن دارمی: عن عباس عن النبی قال امرت وربما قال امر نبیکم ان یسجد علی سبعة اراب

''ابن عباسؓ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کو حکم ہوا سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا (کہ آپؐ سات اعضاء پر سجدہ کرتے تھے)''۔

② سنن النسائی ، صحیح مسلم: عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم قال امرت ان اسجد علی سبعة لا اکف الشعر ولا الثیاب الجبهة والانف والیدین والرکبین والقدمین .

③ سنن النسائی: قال ابن عباس آمرت ان اسجد علی سبعه اعظم الجبهة والیدین والرکبتین والطراف القدمین

(مشترکہ ترجمہ) حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں: سرکار نبی

ﷺ نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے [من جانب اللہ تعالیٰ] کہ میں سجدہ کروں سات اعضاء پر لیکن سر کے بالوں اور کپڑا کو لپیٹنے کے بغیر [۱] پیشانی ناک سمیت [۲] دونوں ہتھیلیاں [۳] دونوں گھٹنے [۴] اور دونوں پیروں کے سروں کی ہڈیوں پر] نماز کی تکمیل ہے"۔

④ صحیح مسلم ،بخاری ، ترمذی ، سنن ابوداؤد جلد ا،ص ۱۹۳، باب اعضاء السجود النھی عن کف الشعر و الثوب: عن ابن عباس قال امر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یسجد علی سبعہ اعظم و نھی ان یکف شعرہ او ثیابہ بہ

اس طرح دیگر احادیث بخاری میں موجود ہیں، اس طرح کے ملے و جلے الفاظ کتب جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ وغیرہ میں یہ احادیث موجود ہیں۔

"ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور بالوں اور کپڑوں کو سمیٹنے سے منع فرمایا گیا ہے"۔

⑤ صحیح البخاری: عن عباس امر النبیؐ ان یسجد علی سبعة اعضاء ولا یکف شعرا ولاثوبا الجبهة والیدین والرکبین والرجلین

⑥ صحیح البخاری: عن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال امرنا ان نسجد علی سبعہ اعظم ولانکف ثوبا ولا شعرا

"[مشترکہ ترجمہ] حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

آنحضرت ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم سات اعضاء کے ساتھ نماز ادا کریں: [۱] پیشانی [۲] دونوں ہاتھوں [۳] دونوں گھٹنوں [۴] دونوں پاؤں کے ساتھ مگر کپڑے اور سر کے بالوں کو توڑ اور مروڑ کرنے سے منع کیا"۔

⑦ صحیح مسلم، ابن ماجه، سنن دارمی: ابن عباس عن النبی صلی الله علیه وآله وسلم قال امرت ان اسجد علی سبعة اعظم ولا اکف ثوبا و لاشعر

"ابن عباسؓ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ بالوں اور کپڑوں کو سمیٹنے سے منع فرمایا گیا ہے"۔

⑧ صحیح مسلم، ابن ماجه: عن ابن عباس ان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم قال امرت ان اسجد علی سبعة اعظم الجبهة واشار بیده علی انفه والیدین والرجلین واطراف القدمین ولاتکفت الثیاب ولا الشعر

"عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے حکم ہوا ہے ساتھ ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا، پیشانی پر اور اشارہ کیا آپ نے اپنے ہاتھ سے ناک پر اور دونوں ہاتھوں پر اور دونوں گھٹنوں پر اور دونوں قدموں کی انگلیوں پر اور حکم ہوا بالوں اور کپڑوں کو نہ سمیٹنے کا۔

⑨ سنن ابوداؤد: عن النبی صلی الله علیه وآله

وسلم قال امرت قال حماد امر نبیکم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یسجد علی سبعۃ ولا یکف شعرا ولاثوبا

''ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور بالوں اور کپڑوں کو سمیٹنے سے منع فرمایا گیا ہے''۔

⑩ جامع ترمذی، ابن ماجہ: عن عباس بن عبدالمطلب انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول اذا سجد العبد سجد معہ سبعۃ آراب وجہہ وکفاہ ورکبتاہ وقدماہ

''روایت ہے اور عباس بن عبدالمطلبؓ سے سنا ہے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: جب ایک انسان سجدہ کرتا ہے تو اس کے ساتھ اعضاء بھی سجدہ کرتے ہیں''۔

⑪ جامع ترمذی: عن عباس قال امر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یسجد علی سبعۃ اعضاء ولا یکف شعرہ ولاثیابہ

''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ پاک نبی کریم ﷺ کو حکم ہوا ہے کہ سجدہ کروں سات اعضاء پر اور بالوں اور کپڑوں پر نہ پکڑے''۔

حوالہ جات

① سنن ابوداؤد باب السجود، جلد۱، صفحہ مترجم ۳۴۷

② سنن النسائی کتاب الصلاۃ، ص۱۲۳، ج۱
③ کتاب البخاری فی شرح فتح الباری کتاب الاذان، ص۲۹۵، ج۱، باب السجود علی سبعۃ اعظم
④ صحیح مسلم، جلد۱، ص۱۹۳، باب اعضاء السجود النھی عن کف الشعر و الثوب باب سجدہ کی فضیلت وترغیب جلد۲، مترجم ص۸۲،۸۱
⑤ جامع ترمذی باب السجود علی سبعۃ اعضاء جلد۱، ص مترجم ۱۴۱
⑥ کنز العمال باب مساجد
⑦ سنن ابن ماجہ باب سجد علی الانف، ص۲۹۱، ۲۹۲، جلد۲
⑧ سنن داری جلد۲، صفحہ۱۲۰، باب السجود وسبعۃ اعضاء

مکتب اہلِ بیتؑ سے سجدہ کے اعضاء کی فرضیت

مکتب اہلِ بیتؑ کی اسناد احادیث اور کلام احادیث پاک نبی کریم ﷺ سے ہیں اور آئمہ کرام آپ کے جانشین اور مفسر دین ہیں۔آپ سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے جو یہ دعویٰ کرے کہ ہم نسب اور حسب سے نبی کریم ﷺ سے قریب ہیں اور کائنات میں ہم سے کوئی دوسرا زیادہ دین کا عالم ہے اور ان کے بارے میں پاک نبی کریم ﷺ نے کوئی ذمہ داری دے رکھی ہے؟ اور فرما رکھا ہے کہ ثقلین دین وہ ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے قرآن کی ہم سے زیادہ خبر رکھتے ہیں۔پس رب کائنات نے ہمارے لیے علم پسند فرمایا اور پاک نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا

"میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے"۔

آپ علی مرتضیٰؑ شیر خدا فرماتے تھے: مجھے اس طرح نبی کریم ﷺ نے علم نقل کیا:

هذا مازقني رسول الله زقازقايه

"جیسے چڑیا بچے کو دانا کھلاتی ہے"۔

اور پھر فرمایا:

رضينا قسمت الجبار فينا

لنا العلم و للاعداء مال المال یفنیٰ عن قریب
والعلم باق ولا یزال

''ہم تو رب کائنات کی تقسیم پر راضی ہیں، جس ذات نے ہمیں علم سے نوازا اور ہمارے دشمنوں کو مال سے مالامال کر دیا۔ مال تو فنا ہونے والی چیز ہے اور علم ہمیشہ کے لیے باقی رہنا والا ہے، جس کو کوئی زوال نہیں ہے''۔

مکتب اہل بیتؑ کے ماخذ و مفسر ائمہ اطہار ہیں۔ ان کے اقوال بیان کیے جاتے ہیں۔

① الوسائل، التهذیب، الاستبصار: عن زرارة قال ابوجعفرؑ قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم السجود علی سبعة اعظم، الجبهة، الیدین، والرکبتین، والابهامین من الرجلین وترغم بانفك ارغاماً اما الفرض فهذا السبعة واما الارغام بالانف فسنة من النبی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم

''زرارہؓ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں: حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: سجدہ سات ہڈیوں پر واجب ہے:

① پیشانی ② دونوں ہتھیلیوں ③ دونوں گھٹنوں ④ پاؤں کے دونوں انگوٹھوں پر اور ناک کو بھی خاک پر رگڑنا البتہ واجب سات اعضاء ہیں لیکن ناک کو رگڑنا بھی پاک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے''۔

② الوسائل: عن عبداللہ بن محمد قال یسجد ابن آدم علی سبعة اعظم یدیه ورجلیه، ورکبته، وجبهته

''جعفر بن محمد فرماتے ہیں اولادِ بنی آدم کا سجدہ سات اعضاء پر ہے۔ وہ دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں، دونوں گھٹنے اور پیشانی ہے''۔

③ مجمع البیان، الوسائل: ان المعتصم سأل اباجعفر محمد بن علی بن موسیٰ الرضا عن قوله (وان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا) فقال هی الاعضاء السبعة التی یسجد علیها

''جناب شیخ فضل بن الحسن الطبرسی روایت کرتے ہیں: معتصم عباسی نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے ارشاد خدا وندی (وان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا) کے بارے میں سوال کیا۔ آپؑ نے فرمایا: ان سے مراد وہ اعضائے سجدہ ہیں جن پر سجدہ کیا جاتا ہے''۔

حوالہ جات

① کتاب بحار الانوار جلد ۸۳، ص ۲۷۷

② کتاب وسائل الشیعہ باب الصلاۃ ما یسجد علیہ جلد ۳، ص ۵۹۳، کتاب وسائل الشیعہ باب ابواب السجود فصل ۴، جلد ۴، ص ۹۵۴، ۹۵۵

③ الاستبصار باب السجود علی الجبہۃ، جلد ۱، ص ۳۲۶، ۳۲۹

باب چہارم

زمین سجدہ گاہ ہے

کائنات کی زمین پاک اور سجدہ گاہ ہے

عوام الناس کے سوالات اور اعتراضات میں سے یہ بھی کیا جاتا ہے. کہ آخر یہ کیوں شیعہ کے لیے لازم کیا گیا ہے. کہ صرف مٹی اور نباتات پر سجدہ کرنا جائز سمجھتے ہیں جب کہ اللہ کی تمام زمین مسجد ہے. اور اللہ کی ہر شے پر بھی سجدہ کیا جا سکتا ہے۔ ان سوالات کے جوابات آگے چل کر تفصیل سے دیے جائیں گے۔ البتہ یہ بات سمجھانا ضروری ہے کہ شریعت مقدسہ میں قیاس نہیں کیا جاسکتا، بلکہ شارح پاک کی منشاء کو ملحوظ خاطر رکھ کر عبادت کی جاتی ہے اور اس طرح عبادت کی تمام شرائط اور احکام بھی شریعت کے مطابق یعنی پیغمبر اکرم ﷺ کے اقوال وعمل کے ذریعے سے جو ہم تک پہنچے ہیں۔ ان کے مطابق بجا لانے کا نام عبادت ہے، کیونکہ حکم قرآن مجید کی رُو سے رسولؐ خدا تمام انسانوں کے لیے ایک بہترین نمونہ عمل ہیں۔

اس طرح ہر ایک مسلمان پر فرض ہے کہ وہ دین میں مکمل امام انبیاءؐ کی اتباع کرے، لہٰذا ہم رسولِ خدا ﷺ سے ماخوذ روایات اور آپؐ کی عملی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہوئے اور صحابہ کرام اور ائمہ اطہار علیہم السلام کی سیرت طیبہ اور گفتار اور رفتار سے بھی چند نمونے پیش کریں گے۔ اس طرح کتب فریقین سے استفادہ بھی کرتے ہوئے واقعاتی نقطہ نظر کے مطابق دلائل سامنے رکھتے ہوئے اور صحیح سمت کی نشاندہی کی جانب توجہ مبذول کریں گے۔

آنحضرت ﷺ، ان کے صحابہ کرام اور تابعین حضرات سجدہ مٹی پر ہی کرتے تھے۔ اگر مٹی پر سجدہ کرنا ناممکن تھا یا کسی عذر کی بنا پر ایسا کرنا ممکن نہ ہو جیسا بارش کی صورت میں یا شدید گرمی کی وجہ سے تو انہیں صورتوں کے پیش نظر زمین سے اُگنے والی شے [نباتات] جیسے کھجور اور پتوں پر یا ان سے بنی ہوئی چٹائی پر سجدہ اختیاری صورت میں کرتے تھے۔ البتہ اضطرار کی حالت میں نوعیت تبدیل ہوتے ہوئے نماز صحیح ہوگی جیسا کہ گرمی کی شدت یا سردی کی ٹھنڈک کی بنا پر ہاتھ یا کپڑے پر جو نماز پڑھی جائے درست ہوگی۔

اب اس پر ذخیرہ احادیث بیان کی جائیں گی کہ اللہ کی زمین مسجد ہے۔ مسلمانوں کو دیگر مذاہب پر یہ فوقیت حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فقط ہمارے نبی اکرم ﷺ کو یہ اعزاز بخشا ہے کہ تمام زمین کو مسجد قرار دیا ہے، جب کہ سابق قوموں پر آنے والے انبیائے کرام علیہم السلام کو عبادت کے لیے مخصوص اور نادر جگہوں کو مختص قرار دیا تھا اور وہ قومیں ان مقامات سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ کی اجتماعی عبادت نہیں کرسکتی تھیں، لیکن خداوند قدوس نے مسلمانوں کو نبی، امام الانبیاء، ختم المرسلین کے وسیلۂ جلیلہ سے سعادت بخشی کہ تمام جہاں کو سجدے کے لیے خاص کر دیا ہے۔ لہٰذا اب ہر اُس شخص پر منحصر ہے کہ وہ زمین پر سجدہ کرنا پسند کرتا ہے یا متکبر قوموں کی طرح اور شیطان مردود کی اتباع کو اپنی اطاعت کا ذریعہ مانتا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کے تمام دروازے کھول دیے ہیں۔

مسلمانانِ عالم کے نزدیک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا کلام اسلامی قوانین کی تدوین میں سرچشمہ اطاعت کی حیثیت رکھتا ہے، جبکہ پیروانِ شریعت اسلامیہ کے کلام کو قانون کی حیثیت حاصل ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کے کلام سے شارح پاک نبی کریم ﷺ ہیں۔ اسی طرح پاک نبی اکرم ﷺ کے قول اور عمل کے شارح صحابہ کرام

رضوان اللہ، ازواج مطہراتؓ کے علاوہ اہل بیت اطہار علیہم السلام بھی ہیں۔ خوشگوار ماحول اس سے بڑھ کر کیا ہو سکے گا کہ پاک نبی کریم ﷺ کی نظیر کے مفسر، روایت کے محافظ ایک جانب صحابہ کرام اور ازواج المطہرات ہیں اور دوسری جانب پاک نبیؐ کے جانشین اہل بیت اطہارؑ کرام ہیں۔ اب مکتب اہل بیتؑ کے نزدیک احادیث پیغمبر ﷺ احکام الٰہی کا بنیادی مصدر ہیں اور مکتب اہل بیتؑ تمام معاملات میں من جملہ سجدہ کے احکام میں بھی آنحضرت ﷺ کی پیروی کو لازمی سمجھتے ہیں۔ علمائے اسلام نے مذکورہ مسئلہ پر نبی ﷺ سے کثرت سے روایات نقل کی ہیں، جس پر مکتب اہل بیت عمل کرتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر چند احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

تمام زمین سجدہ گاہ ہے

زمین کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بچھائی گئی ایک ایسی صف جو مرکب ہے: مٹی، پتھر اور دیگر انواع، جس سے ہر چیز ٹھوس قرار پائی جائے زمین کہلاتی ہے، البتہ وہ بھی قائم مقام زمین ہو گئی ہے جس کو عارضی طور پر تیار کر لیا جائے، جیسے مکان کی چھت، دریا پر پل وغیرہ جو مٹی اور سیمنٹ سے تیار کیے جاتے ہیں۔ یہ بھی زمین کے حکم میں آتے ہیں۔ اس طرح کوئی عارضی صورت جو ایک خاص مقصد کیلیے زمین کی شکل و صورت اختیار کر جائے وہ زمین کے حکم میں قرار پائے گی۔ اس پر سجدہ صحیح ہو گا۔

زمین پر رکاوٹ

زمین کی تعریف تو عیاں ہے لیکن بعض اوقات زمین پر ایسی صورت قرار دی جائے تو زمین کی مٹی اور پیشانی میں رکاوٹ آئے تو پھر اس کا آسان حل موجود ہے کہ اس کو زمین قرار دیا جائے، جو زمین ہی قائم مقام کی حیثیت قرار پائے وہ زمین کے بطن یا کیفیت سے ہو یا نباتات کی اقسام سے ہو تو بھی زمین کے حکم میں شمار ہو گی جس کی

تفصیل اپنے محل پر آئے گی۔ (روایات)

① صحیح البخاری، صحیح مسلم، سنن النسائی، مسند احمد بن حنبل، سنن بیہقی، ارشاد الساری، فتح الباری، مجمع الزوائد، جامع صغیر سیوطی.

حدثنا جابر بن عبدالله قال رسول الله أُعطیت خمسا لم یعطهن احدمن الانبیا قبلی نصرت بالرعب مسیرة شهرٍ جعلت لی الارض مسجدا وطهورا

"جابر بن عبداللہ نے بیان کیا کہ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: پانچ چیزیں جو مجھے عطاء ہوئیں وہ سابقہ انبیاء کو عطا نہیں ہوئیں تھیں۔ ان میں سے ایک زمین میرے لیے سجدہ گاہ اور پاکیزگی کا ذریعہ قرار دی گئی ہے۔

② صحیح مسلم، سنن ابی دود، جامع الترمذی، سنن النسائی: عن حذیفه قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فضلنا علی الناس بثلاث جعلت صفوفنا کصوف الملئکة وجعلت لنا الارض کلها مسجدا وجعلت تربتها طهورا اذا لم نجد الماء وذکر خصلة اُخری

"حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم لوگوں کو دوسروں پر فضیلت ملی ہے وہ تین وجھوں سے ہیں:

① ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح کی گئیں ہیں۔

② ہمارے لیے ساری زمین نماز کی جگہ ہے اور زمین کی خاک ہم کو پاک کرنے والی ہے، جب پانی نہ ملے۔ اس طرح ایک بات اور بیان کی۔

③ صحیح مسلم کتاب المساجد: عن ابی ھریرۃ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم قال فضلت علی الانبیاء بست اُعطیت جوامع الکلم وانصرف بالرعب واُحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض کلھا و طھورا ومسجدا

''ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ کو چھ باتوں کی وجہ سے اور پیغمبروں پر فضیلت دی گئی ہے: پہلی تو مجھ کو وہ کلام ملا جس میں لفظ تھوڑے اور معنی بہت ہیں۔ مجھے رعب تفویض کیا گیا ہے اور میرے لیے غنیمتیں حلال کی گئیں ہیں۔ میرے لیے پوری زمین سجدہ گاہ اور پاکیزگی کا ذریعہ قرار دی گئی ہے''۔

④ سنن دارمی ،سنن بیہقی،فتح الباری: جابر بن عبداللّٰہ قال رسول اللّٰہ اُعطیت خمسا لم یعطھن احدمن الانبیا قبلی نصرت بالرعب مسیرۃ شھر. جعلت لی الارض طیبۃ مسجدا و طھورا

''جابر بن عبداللہؓ نے بیان کیا کہ فرماتے ہیں: رسالت مآب ﷺ پانچ چیزیں جو مجھے عطا ہوئیں وہ سابقہ انبیاء کو عطا نہیں ہوئیں تھیں: ان میں سے ایک زمین پاک میرے لیے سجدہ گاہ اور پاکیزگی کا ذریعہ قرار دی گئی''۔

⑤ سنن دارمی،جامع الترمذی: عن ابی سعید قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم الارض کلھا مسجد الا المقبرۃ والحمام

""ابوسعید روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ زمین تمام مسجد ہے ماسوائے قبرستان اور حمام کی جگہ (جہاں نماز کی اجازت نہیں)""۔

اوراس طرح کتب اہل بیتؑ کی کتب میں بھی ان الفاظ کے ساتھ احادیث نقل ہوئی ہیں۔

ان احادیث کی روشنی میں جو فریقین کے درمیان متواتر ہیں، ثابت ہے کہ سجدہ تمام زمین پر بلا امتیاز خاک، پتھر، ریت، اور جو اقسام زمین سے ثابت ہو گئیں اُن پر سجدہ کرنا صحیح ہوگا، [لیکن معدنیات' نجاسات' کھانے' پینے ٹھوس اشیاء] اس سے خارج ہوں گئیں۔ لفظ [جعل] جہاں استعمال ہوتا ہے وہاں اس کا معنی مسلمان کے لیے امر [حکم الہی] اور قانون سازی کے لیے آیا ہے۔ اس بنا پر زمین اور اس کے اجزاء پر سجدے کرنا ثبوت تک پہنچتا ہے۔

حوالہ جات

① صحیح بخاری جلد ا، الصلاۃ باب، ص ۵۶، حدیث نمبر ۳۳۲
② کتاب کذا فتح الباری شرح صحیح البخاری امام ابن حجر العسقلانی جلد ا، ص ۵۳۳
③ سنن بیہقی جلد ا، ص ۲۱۲، باب تیمم بالصید الطیب
④ صحیح مسلم کتاب المساجد مواضع الصلوٰۃ مترجم جلد (۲) ص ۹۸
⑤ سنن نسائی باب تیمم باصعید
⑥ سنن ترمذی، ج ۲، ص ۱۳۱ تا ۱۳۳، حدیث نمبر ۲
⑦ سنن ابوداؤد، باب مساجد [۱]
⑧ سنن دارمی، باب الارض کلہا طاھرۃ جلد ۲، ص ۲۳۱-۲۳۲، ارشاد الساری، مجمع الزوائد

کتبِ اہلِ بیتؑ سے روایات

ائمہ اہلِ بیتؑ سے بھی جو روایات منقول ہیں وہ بھی متن اور معنی ان روایات کی طرح ہیں جن کا ذکر ہو چکا ہے۔

بحار، وسائل الشیعہ

① قال امام جعلت لك ولامتك الارض كلها مسجدا وطهورا

''زمین تمہارے اور تمہارے پیروکاروں کے لیے سجدہ گاہ اور پاکیزگی کا ذریعہ قرار دی گئی ہے''۔

اُصولِ کافی، من لا یحضرہ الفقیہ اور وسائل الشیعہ

② قال امام عن رسول الله انه قال جعلت لی الارض مسجدا و طهورا

''راوی آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں: فرمایا کہ زمین میرے لیے سجدہ گاہ اور پاکیزگی قرار دی گئی ہے''۔

حوالہ جات

① کتاب بحار الانوار، جلد ۸۳، ص ۲۷۷

② کتاب وسائل الشیعہ باب الصلاۃ مایسجد علیه، جلد ۳، ص ۵۹۳

③ فروع الکافی

④ من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۱، باب ۳۸) الموضع التی تجوز الصلوۃ فیھا ص (۱۵۵)

باب پنجم

امام الانبیاءؑ کا زمین پر سجدہ

زمین پر سجدہ کرنے کے بارے میں بیان کیا جا چکا ہے کہ سجدہ جو عبادت کا مغز ہے، اس کے صحیح ہونے اور رکھنے سے نماز کی درستگی اور قبولیت ہوگی، لہٰذا اس کی درستگی کا عمل فقط نبی ﷺ اور ان کے باب علم کے نمائندوں اور وارثانِ دین ہی کے ذریعے سے سمجھا جائے تو منزل قریب ہوتی نظر آئے گی، لہٰذا اس مقام پر ان احادیث کا درج کرنا ضروری ہے جو پیغمبر ﷺ سے زمین اور زمین سے متعلقہ عمل فرمایا گیا ہے۔

آپ حالت سجدے میں اپنی پیشانی اور ناک کو زمین پر رکھتے تھے

پاک نبی کریم ﷺ کا عمل کسی نہ کسی صورت میں محفوظ ہے۔ صحابہ کرامؓ کی کثیر تعداد نے اپنے آنکھوں سے ملاحظہ کیا تھا اور وہ خود اس پر عمل کیا کرتے تھے لہٰذا یہ تواتر سے ثابت ہے کہ سید الانبیاءؑ زمین پر سجدہ کرتے تھے۔ اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ زمین پر سجدہ کرنا فرض اور عبادت کے لیے افضل ہے۔ لہٰذا صحابہ کرام کے فرمان کے مطابق اس مقام پر روایات درج کی جاتی ہیں:

① احکام القرآن، مشکوۃ مصابیح، مسند احمد، الهدایه مع الدرایه. اوائل بن حجر قال رایت النبی صلی الله علیه وآله وسلم اذا سجد وضع جبهته وانفه علی الارض

”وائل بن حجر فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ پیغمبر اکرم ﷺ

حالتِ سجدے میں اپنی پیشانی اور ناک کو زمین پر رکھتے تھے“۔

② سنن الکبریٰ بیہقی ، سیرتنا قال ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدعلی الحجر

”حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سرکار ﷺ پتھر پر سجدہ کرتے تھے“۔

③ کنزالعمال،المصنف عبدالرزاق، مسند احمد بن حنبل. عن عائشةؓ ما رایت رسول اللّٰہ متقیا وجهه بشیء تعنی متن فی السجود

”حضرت عائشہؓ زوجہ امام المرسلین ﷺ روایت کرتی ہیں: میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ امام المرسلین ﷺ نے [سجدے کے وقت زمین پر رکھتے ہوئے] اپنی پیشانی کو کسی چیز سے چھپایا ہو (عمامہ یا کپڑے سے پیشانی زمین پر سجدہ رکھنے میں رکاوٹ بنے)“۔

④ سنن النسائی، سنن ابن ماجه، مشکوٰۃ المصابیح، البخاری، سنن الکبریٰ بیہقی، احکام القرآن جصاص، سنن ابی داود،ارشاد الساری، مسند احمد بن حنبل. حضرت ابوسعید خدری عربی متن قال بصرت عینای رسول اللّٰہ علی جبینه و انفه آثر الماء والطین .حدیث آخری انه رای الطین فی انف رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم من اثرالسجود وکانوا مطروا من اللیل

”صحابی رسول اللہؐ حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں: میں نے

اپنی ان دونوں آنکھوں سے ریت اور پانی کے اثرات کو آنحضرت ﷺ کی پیشانی اور ناک پر دیکھا ہے"(۲) پاک نبی کریم ﷺ سے ناک پر سجدہ کی وجہ سے مٹی کا اثر تھا جبکہ رات کے وقت بارش تھی"۔

⑤ مجمع الزوائد: .قال ابوهريره. سجد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في يوم مطير حتى انى لانظر الى اثر ذلك في جبهته و ارنبة

"حضرت ابوہریرہ روایت نقل کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے بارش کے دوران ایک دن سجدہ کیا اور میں نے آپؐ کی پیشانی اور ناک پر مٹی اس کے اثرات کا مشاہدہ کیا"۔

⑥ فتح البارى شرح البخارى ،عمدة القارى شرح البخارى: قد روى ابن ابى شيبة عن عروة بن الزبيرؓ انه كان يكره الصلاة على شىءٍ دون الارض كذا روى عن غير عروة

"عروہ بن زبیرؓ روایت کرتے ہیں: جناب رسالت مآب ﷺ زمین کے سوا اور کسی چیز پر نماز پڑھنا ناپسند کرتے تھے۔ اس روایت کو حضرت عروہ کے علاوہ بھی صحابہ نے نقل کیا ہے"۔

⑦ صحيح بخارى ترجمه تيسر البارى مترجم علامه وحيد الزمان الحديث: (۱)عن ابى سلمه قال سالت ابا سعيد الخدرى (طويل حديث)فقال انى رايت كانى اسجد فى طين وماء وكان سقف

المسجد جرید النخل وما نری فی السماء شیئا فجائت قزعا فامطرنا فصلی بنا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حتی رایت اثر الطین والماء علی جبھۃ رسول اللہ ارنبتہ تصدیق رویاہ

"حضرت ابی سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری سے پوچھا (طویل حدیث کو ترک کرتے ہوئے) میں نے یہ بھی دیکھا گویا اس شب میں پانی اور کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ ابوسعیدؓ نے کہا: مسجد کی چھت کھجور کی ڈالیوں کی تھی اور آسمان میں ابر وبر کچھ نہیں معلوم ہوتا تھا۔ اتنے میں ایک پتلا سا بادل نمودار ہوا اور پانی پڑا۔ آنحضرتؐ نے نماز پڑھائی۔ میں نے کیچڑ اور پانی کا نشان آپؐ کی پیشانی اور ناک کی نوک پر دیکھا آپؐ کا خواب سچا ہوا"۔

⑧ عن ابی سلمہ قال سالت اباسعید الخدری فقال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یسجد فی الماء والطین حتی رایت اثر الطین فی جبھتہ.

"ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن روایت کرتے ہیں: میں نے کہا: ابوسعید خدریؓ سے پوچھا: انھوں نے کہا میں نے (اس رات میں) دیکھا کہ آنحضرت ﷺ پانی اور کیچڑ پر سجدہ کر رہے تھے، یہاں تک میں نے دیکھا آپؐ کی پیشانی پر کیچڑ کا نشان تھا"۔

⑨ صحیح البخاری : حدثنا البراء ابن عازب وھو غیر کذاب قال کنا نصلی خلف النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاذا قال سمع اللہ لمن حمدہ لم یحن یکن

احد منا ظهره حتى يضع النبي صلى الله عليه وآله وسلم جبهته على الارض..

''براء بن عازب نے بیان کیا: وہ جھوٹے نہ تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے نبی پاک ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ جب آپؐ سمع الله لمن حمده کہتے تو ہم میں سے کوئی اپنی پیٹھ نہ جھکاتا یہاں تک کہ حضورؐ اپنی پیشانی زمین پر نہ رکھ دیتے''۔

⑩ جامع الترمذی، مشکوٰۃ المصابیح: عن ابی حميد الساعدی ان النبی صلى الله عليه وآله وسلم كان اذا سجد امكن انفه وجبهته الارض ونحا يديه عن جنبيه ووضع كفيه حذو منكبيه

''ابی حمید الساعدی روایت کرتے ہیں: حضرت نبی کریمؐ جب سجدہ کرتے تھے تو خوب زمین پر اپنی پیشانی اور ناک رکھتے تھے اور دُور رکھتے ہاتھوں کو پسلیوں اور ہتھیلیاں کو دونوں شانوں کے مقابل سے''۔

⑪ سنن ابن ماجه، مشکوٰۃ المصابیح: عن ابن عباس ، عكرمه ان النبی رجلاً فاذاسجد لم يمس انفه الارض فقال النبی صلى الله عليه وآله وسلم لاصلاة لمن يمس انفه الارض ما يمس الجبين

''حضرت ابن عباسؓ سے عکرمہ روایت کرتے ہیں: ایک شخص سجدہ کرتا تھا لیکن زمین پر ناک نہیں رکھتا تھا پاک نبی ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی کوئی نماز نہیں جو اپنی ناک اور پیشانی زمین پر

نہیں رکھتا ہے"۔

حوالہ جات

① احکام القرآن الجصاص الحنفی امام ابی بکر احمد بن علی الرازی ج ۳، ص ۲۰۹، طبع پاکستان

② سنن بیہقی، ج ۲، ص ۱۰۲

③ کنز العمال ج ۴، ص ۲۱۲، اشاعت الثانی، ج ۸، ص ۸۵

④ کتاب سنن نسائی ج ۲، ص ۲۰۸، السجود علی الجبین

⑤ کتاب مجمع الزوائد، ج ۲، ص ۱۲۶

⑥ فتح الباری شرح صحیح البخاری امام ابن حجر العسقلانی جلد ۱، ص ۳۸۸، کتاب الصلاۃ باب ۱۹، عنوان اذا اصاب ثوب المصلی امراۃ اذا سجد

⑦ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری جلد ۴، ص ۱۰۸، باب اذا اصاب ثوب المصلی امراۃ اذا سجدہ

⑧ کتاب مشکوۃ المصابیح، باب السجود، جلد ۳، ص ۳۱۹، ۳۱۸

⑨ الھدایہ مع الدرایہ ص ۱۰۹، جلد ۱، کتاب الصلوۃ

⑩ کتاب المصنف عبد الرازق ج ۱، ص ۳۹۷

⑪ صحیح بخاری ترجمہ تیسیر الباری مترجم علامہ وحید الزمان جلد ۱، کتاب اذان باب السجود علی سبعۃ اعظم حدیث نمبر (۷۷۵) ص ۵۳۶، باب السجود علی الانف والسجود علی الطین، ص ۵۳۸، حدیث ۷۷۷، باب من لم یمسح جبہتہ وانفہ حتی صلی، حدیث ۷۹۸، ص ۵۵۲، [۶۶۹]

⑫ سنن ابن ماجہ (۱۲) جامع ترمذی سجود علی النف والجبیھہ، جلد ۱

⑬ مسند احمد بن حنبل، جلد ۶، ص ۵۸

مکتب اہلِ بیتؑ سجدہ سرکار خاتم الانبیاءؐ کی اتباع کرتے ہیں

کاروان مکتب اہل بیتؑ خداوند تعالیٰ کے سجدوں کے لیے پیغمبر اسلام ﷺ کی سنت وسیرت کی اتباع اور پیروی کرتے ہیں۔ وہ صرف زمین پر اور اُس سے اُگنے والی اشیاء [بشرطیکہ کھانے اور پہننے کے لیے نہ ہوں] پر سجدہ کرنا جائز اور درست قرار دیتے ہیں۔ بارگاہ الٰہی میں نماز کی قبولیت کے لیے اور خضوع وخشوع کے اظہار کے لیے مٹی پر سجدے کو درست اور ترجیح دیتے ہیں، بشرطیکہ کوئی امر مانع نہ ہو، کیونکہ مٹی پر سجدہ خداوند عالم کے حضور میں انکساری اور عاجزی میں اضافہ کرتا ہے۔

یہ عمل انسان کو مقام بندگی وعبودیت کے قریب کرتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ بندے کو اپنے قرب میں پاتا ہے، لہٰذا وہی عمل اللہ کے نزدیک زیادہ قبولیت کا شرف حاصل کرتا ہے جو عمل اللہ تعالیٰ کے محبوب نبی ﷺ کی اتباع کے مطابق قرار پایا جائے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ کے ہاں شرف قبولیت حاصل ہوتا ہے، لہٰذا اس کی اتباع کرتے ہوئے مکتب اہل بیت کے پیروکار اس کو ذریعہ نجات قرار دیتے ہیں۔ چونکہ شیعہ مکتب نماز کی ادائیگی کے لیے جو اطاعت کرتے ہیں وہ ائمہ اطہار علیہم السلام کے ذریعے سے نبی ﷺ کی سنت کی اتباع ہے، لہٰذا جو طریقہ نماز پیغمبرؐ کا ائمہ اطہار علیہم السلام کا امت تک پہنچا ہے جس کی تائید وتشریح صحابہ کرام سے بھی ہوتی ہے۔ اللہ کے رسولؐ

اپنا سجدہ مٹی پر کرتے تھے۔ اگر کوئی شے سجدے کے لیے رکاوٹ پیدا کرتی تھی تو آنحضرت ﷺ اپنے سجدے میں [سجدہ گاہ] بنا کر رکھتے تھے، وہ اکثر کھجور کے پتے جبین مبارک کی حد تک رکھ کر نماز پڑھتے تھے۔

یہ روایات کثرت سے فریقین کی کتب میں آئی ہیں، جس کی تفصیل آنے والی ہے۔ لیکن یہ صورتیں نماز کی ادائیگی اختیاری حالت میں تھی۔ اگر صورت اضطراری حالت میں بدل گئی ہو، جیسے سفر یا شدت گرمی کی وجہ سے تو اس اضطرار کی صورت میں ہر وہ طریقہ جائز ہوگا۔ جو اس وقت کی مناسبت سے کیا گیا ہو جیسا کہ سفر اور خوف میں نماز کی چار رکعت کے بجائے دو رکعت نماز ادا کی جاتی ہے لیکن یہ قانون شریعت اختیاری نہیں ہے بلکہ اضطراری صورت میں ہوگا جو کہ ہمارا موضوع بحث نہیں ہے۔

کتب اہلبیتؑ کی روایات

① محمد بن علی بن الحسین باسناد عن هشام بن الحكم انه. قال قال يعبدالله اخبرني عمّا يجوز السجود عليه و عمّا لا يجوز قال السجود لا يجوز الا على الارض.

"حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ کس چیز پر سجدہ درست ہے؟ کس چیز پر سجدہ کرنا درست نہیں؟ آپ نے فرمایا: سجدہ ماسوائے زمین پر کسی دوسری چیز سے درست نہیں"۔

ایک اور روایت میں امام علیہ السلام نے فرمایا:

لا يسجد الا على الارض

امامؑ نے فرمایا: "سجدہ فقط زمین پر کیا جا سکتا ہے"۔

(۲) امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

السجود لا یجوز الا علی الارض

"سجدہ سوائے زمین کے اور کسی چیز پر جائز نہیں"۔

(۳) قال امام۔ قال ابو عبداللہ السجود علی الارض فریضۃ وعلی الخمرۃ سنت

"حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: زمین پر سجدہ کرنا فرض ہے اور سجدہ گاہ [نباتات] پر سنت ہے"۔

(۴) الوسائل ، البحار۔ عن ابی عبداللہ جعفر بن محمد قال السجود علی ما انبت الارض الا ما اکل و لبس

"امام نے فرمایا: سجدہ نباتات پر ہے بشرطیکہ وہ کھانے اور پہننے میں سے نہ ہو"۔

حوالہ جات

① کتاب وسائل الشیعہ تالیف الشیخ محمد بن الحسن الحر العاملی نے کتاب الصلاۃ جلد ۳، ص ۵۹۳، ۵۹۲، ۵۹۱، ابواب ما یسجد علیہ

② کافی جلد ۳، ص ۳۳۱، البحار الانوار، جلد ۸۵، ص ۱۴۹

جو احادیث کتب فریقین سے درج کی گئی ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے:

جناب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت اختیار میں اپنا سجدہ زمین پر کیا کرتے تھے البتہ احادیث میں جو دو لفظیں استعمال ہوئی ہیں وہ مترادف الفاظ جن کے ایک معنی ہیں لہٰذا تربت اور الارض مترادف معنی ہے۔ اس طرح کبھی راوی لفظ تربت [مٹی] کا

استعمال کرتا تھا اور کبھی لفظ الارض [زمین] کا استعمال کیا گیا ہے۔

اس طرح اب تک جو احادیث پاک بیان کی گئی ہیں اُس سے واضح ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور خوشنودگی، اتباع اور اطاعت اسی عمل میں موجود ہے، جو اللہ تعالیٰ کے نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چل کر انجام دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اپنی عقل اور قیاس کو دخل نہ دیا جائے۔

اس مقام تک اختیاری صورت عنوان [مٹی] بیان ہوئی ہے اب وہ صورت بیان کی جاری ہے جہاں مٹی کی جگہ قائم مقام زمین قرار پائی۔ اس مقام پر شارح [پیغمبرؐ اسلام] نے دوسری حیثیت اور جہت بھی بیان کردی کہ اگر زمین پر سجدہ نہیں کرنا چاہتے ہو تو پھر قائم مقام شے پر سجدہ فرض ہوگا جس کو انبت فی الارض کہتے ہیں [زمین سے اُگی ہوئی نباتات پر سجدہ کرنا درست ہوگا] اس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے، جیسے وضو میں پانی کے بدلے تیمم [پاک مٹی پر] کیا جاتا ہے، لیکن مٹی کے مقابل پانی افضل ہے۔ اس طرح نباتات کے مقابل میں مٹی پر سجدہ کرنا افضل ہے، لیکن قائم مقام سجدہ بھی اُسی وقت صحیح ہوگا جب اتباع اور سنت پیغمبرؐ کے مطابق ہوگا۔

اگر کوئی آدمی نماز تو رسولؐ اللہ کے حکم سے سرانجام دے لیکن نماز کا اہم ترین رکن بلکہ معراج سجدہ منشائے رسولؐ کے خلاف سرانجام دے یا اپنی خواہش نفس کی تسکین کے لیے ایسی چیز کو بطور سجدہ گاہ/ مقام سجدہ استعمال کرے جسے نہ صرف پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استعمال نہ کیا ہو بلکہ منع بھی فرمایا ہو تو ایسے شخص کو نماز کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، کیونکہ خود پیغمبر گرامیؐ نے ارشاد فرمایا:

صلوا کما رأیتمونی اصلی

''اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو''۔

باب ششم

امام الانبیاءؑ کا سجدہ گاہ اور مصلیٰ

امام الانبیاء ﷺ سجدہ گاہ اور مصلّٰی پر نماز پڑھتے تھے۔ نماز سات اعضائے جسمانی زمین پر رکھنے ہی سے قرار پاتی ہے، لیکن سجدہ کے علاوہ دیگر اعضائے جسمانی زمین پر رکھنے کی حد تک امت مسلمہ کا متفقہ فتویٰ ہے، مگر ان اعضائے جسمانی کو اس لیے بھی زیر بحث نہیں لایا جاسکتا کہ اس میں بعض اعضاء تو ستر کی حیثیت سے پابند ہیں، اور پاؤں پہلے سے زمین ہی پر قائم ہوتے ہیں۔ معمول کا عمل یہی ہے کہ انسان پاؤں کو صاف رکھتے ہی نماز کے لیے قیام کرتا ہے۔ زمین پر سجدہ کرنے کا جو تصور دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ گویا اس ذات کے سامنے آپ ادب اور اطاعت کی منزل کو طے کرتے ہوئے صحیح اور درست حقیقت تک پہنچ پائیں۔

زمین پر سجدہ کرنے کا تصور انسان کے اندر موجود ہے کہ بلندی اور عزت ووقار انسان کی فطرت میں ہے لیکن پستی اور ناکامی انسان کی خواہش کے خلاف ہے، لہٰذا یہ کیونکر درست ہوسکتا ہے کہ انسان پستی اور ناکامی کی جانب رواں دواں رہے۔

اللہ تعالیٰ بندے کا اپنے خالق کے ساتھ جوڑ رکھنا چاہتا ہے، تاکہ خالق اور مخلوق میں دوری نہ رہے اور خوابِ غفلت میں رہ کر امرِ حقیقی سے منحرف نہ ہوجائے اور خالق کی قدرت سے ناپسندیدہ قرار نہ پائے اور معصیت کی وجہ سے نجات کے بجائے نقصان نہ اٹھائے لہٰذا امر واقع یہی ہے انس وجن کی تخلیق عبادت کے لیے یا مطیع کی حیثیت سے کی گئی، لیکن تکبر وغرور نے ان کو گمراہی کی جانب دھکیل دیا درحالانکہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق محبوب تھی۔ اس لیے اختیار دے کر حساب وکتاب کی بنیاد رکھی، تاکہ عدالتِ الٰہی

میں کوئی حرف ثابت نہ کر سکے۔ ابلیس کو غرور لے ڈوبا نمرود اور فرعون کو خدائی حکمرانی کے نشے میں گمراہی لے ڈوبی، وہ انسانوں پر خدا بن بیٹھے، لہٰذا انسانی عقل اور خدائی عدالت یہی تھی کہ خود کو لے ڈوبنے والے کو نجات نہ دی جائے اور گمراہی کی بنا پر سخت سزا دی جائے۔

عبادت کا عظیم رکن سجدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو مخلوق سے یہی تقاضا ہے کہ مجھے ہی کائنات میں معبود مانا جائے۔ اس لیے اس عنوان میں نمازی کی سجدہ گاہ کی کیفیت کا تذکرہ ہوگا کہ ایک نمازی کی کس حد تک پیشانی زمین پر مس کرے اور قرار پائے کہ سجدہ کی تکمیل ہوگئی ہے اور سات اعضائے جسمانی میں سے فقط انسان کی پیشانی جب تک زمین کو نہ چھوئے اور کم از کم پیشانی کی ظاہری کیفیت ایک درہم کی حد تک زمین پر نہ رکھی جا سکے یا قائم مقام کی حیثیت سے سجدہ گاہ پر پیشانی کو نہ رکھا جائے اس وقت تک سجدہ مکمل نہیں ہوگا اور اس کو سجدہ صحیح قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اب اس کی تعریف کتب احادیث سے اور روایات سے درج کی جاتی ہے۔

رسالت مآب ﷺ نماز کے لیے عام حالت میں خصوصی انتظام کرتے تھے اور ہر عمل کو بار بار کرتے تھے تاکہ کوئی صورت مشتبہ نہ رہ جائے اور اس پر اکثریت کی نظر پڑے اور اس عمل میں شریک ہوکر ہر فرد اللہ تعالیٰ کی عبادت کو صحیح بجا لا سکے۔ زمین پر سجدہ کے علاوہ ایک خاص مقدار کی مٹی یا کھجور کی بنی ہوئی سجدہ گاہ اس پر سجدہ کیا کرتے تھے۔ اس کو خمرہ بھی کہتے تھے۔ خمرہ کی جو محدثین نے تعریف کی ہے: وہ یہ کہ ایک ایسا ٹکڑا جو جبین کی حد تک رہے جسے عرف میں ایک قدیمی روپیہ سے بھی تشبیہ دی جاتی ہے۔ (جو آج بھی چاندی کا درہم ہے) اس حد تک کہ انسان کی پیشانی آجائے اس کو رکھ کر آپ سجدہ کی تکمیل کر لیا کرتے تھے۔

اس پر کتب صحاح ستہ کے علاوہ بھی بہت سے محدثین نے روایات نقل کی ہیں:

① سنن نسائی،جامع ترمذی،سنن ابن ماجہ،سنن الدارمی، مسند احمد، جامع البخاری،فتح الباری، طبقات ابن سعد: عن میمونة ان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم کان یصلی علی الخمرة

''حضرت میمونہؓ روایت کرتی ہیں کہ حضور ﷺ سجدہ گاہ پر نماز پڑھا کرتے تھے''۔

② سنن ابوداؤد مترجم : عن عبدالله بن شداد حدثنی میمونة بنت الحارث قالت کان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یصلی و انا حذائه و انا حائض و ربما اصابنی ثوبه اذا سجد وکان یصلی علی الخمرة

''میمونہ بنت حارثؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے تھے اور میں آپؐ کے برابر ہوتی جب کہ میں حالت حائض میں ہوتی تھی۔ کبھی کبھار آپؐ کے کپڑے مجھ سے لگ جاتے تھے، جب آپؐ سجدہ کرتے اور آپ نماز پڑھتے خمرہ پر''۔

③ جامع الترمذی،سنن الکبری البیهقی، مسند احمد بن حنبل: عن ابن عباس قال قال کان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یصلی علی الخمرة

''ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے تھے سجدہ گاہ پر''۔

④ فتح الباری شرح صحیح البخاری : عن عبدالله

بن شداد قال سمعتُ خالتی میمونة زوج النبی صلی الله علیه وآله وسلم انها کانت تکون حائضا لا تصلی وهی مفترشة بحذاء مسجد رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وهو یصلی علی خمرته اذا سجد أصابنی بعض ثوب کی تشریح میں لکھتے ہیں:

قال الخطابی؛ هی السجادة یسجد علیها المصلی

''عبداللہ بن شداد سے روایت ہے کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ بنت حارثؓ زوجہ نبیؐ سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے تھے اور میں آپؐ کے برابر ہوتی، اس حالت میں حائضہ ہوتی، کبھی آپؐ کے کپڑے مجھ سے لگ جاتے جب آپؐ سجدہ کرتے اور آپؐ نماز پڑھتے سجدہ گاہ پر۔

خطابی کہتے ہیں کہ مصلی وہ تھا جس پر آپؐ سجدہ کرتے تھے، سے سنا وہ حائض میں ہوتی اور نماز نہ پڑھتی اور فرش پر ہوتی جہاں آپؐ سجدہ کرتے تھے۔ آپؐ سجدہ گاہ پر نماز پڑھتے تھے۔

اذا سجد اصابنی بعض ثوب کے باب میں خطابی کہتے ہیں سجادہ وہ مصلی تھا جہاں پر آپؐ سجدہ فرماتے تھے''۔

⑤ مجمع الزوائد، مسند احمد بن حنبل، طبقات، جامع ترمذی: عن ابن عمر کان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یصلی علی خمرة (کذا رواہ احمد، البزاز، الطبرانی فی الکبیر والاوسط، ص۱۹۳، ج۲

⑥ مجمع الزوائد، احمد فی مسند، الطبقات، جامع الترمذی۔

عن عائشهؓ قالت کان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم

يصلي على الخمرة، رواہ احمد، ص ۱۹۳، ج ۲

⑦ مجمع الزوائد۔ عن اُم سلیمؓ رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم كان يصلي على الخمرة (احمد، الطبرانی، ابویعلی، رجال احمد صحیح، ص ۱۹۳، ج ۲)

⑧ مجمع الزوائد، مسند احمد بن حنبل، جامع ترمذی، عن ام سلمةؓ ان النبي. صلى الله عليه وآله وسلم كان يصلي على الخمرة (ابویعلی، الطبرانی الکبیر والاوسط، ص ۱۹۳، ج ۲

⑨ مجمع الزوائد۔ عن ام حبيبه زوج النبي. صلى الله عليه وآله وسلم ان النبي كان يصلي على الخمرة، رواہ ابویعلی والطبرانی فی الکبیر، ص ۱۹۳، ج ۲

⑩ مجمع الزوائد۔ عن جابرؓ عن النبي .صلى الله عليه وآله وسلم انه كان يصلي على الخمرة (رواہ البزار)، ص ۱۹۳، ص ۲

⑪ سنن الکبری، مجمع الزوائد، طبرانی فی الاوسط والصغیر۔ عن انسؓ كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم صلى على الخمرة في رواية وسجد عليها (رواہ الطبرانی فی الاوسط والصغیر باسانید صحیح رجال ثقات، ص ۱۹۳، ج ۲

"مختلف اسناد اور روایان سے بیان شدہ حدیث نبی کریم ﷺ نماز سجدہ گاہ پر پڑھتے تھے"۔

حوالہ جات

① سنن النسائی مترجم باب کتاب المساجد باب الصلوٰۃ على الخمرة جلد ۱، ص ۲۸۳، جلد ۱، کتاب المساجد باب الصلوة على الخمرة

② صحیح ،البخاری جلد،۱

③ سنن ابی داؤد مترجم علامہ وحید الزمان الحدیث، جلد۱،باب الصلوۃ علی الخمرۃ صفحہ(۲۷۰)

④ سنن ابن ماجہ باب الصلوۃ علی الخمرۃ،ص۳۷۴،جلد۳،حدیث۱۰۸۱

⑤ جامع الترمذی کتاب المساجد باب الصلوۃ علی الخمرۃ، مترجم علامہ بدیع الزمان الحدیث،جلد۱،ص۱۶۰

⑥ صحیح مسلم باب المساجد باب جواز جماعت فی النافلہ ولاصلوۃ علی حصیر وخمرہ وثوب۔مترجم ص۱۹۴،جلد۲

⑦ کتاب فتح الباری شرح صحیح البخاری امام ابن حجر العسقلانی جلد۱صفحہ۴۳۰ کتاب الحیض باب۳۳۳

⑧ مجمع الزوائد،جلد۲،ص۵۶،۵۷،کتاب الصلوۃ باب الصلوۃ علی الخمرۃ

⑨ سنن الکبری بیہقی،جلد۲،صفحہ۴۲۱

⑩ مسند احمد بن حنبل،جلد۲،ص۹۲،۹۸،جلد۶،ص۱۴۹،۱۷۹،۲۰۹،۲۴۸،۳۳۳

⑪ الطبقات۲،ص۱۶۰،باسناد متعددہ فی باب عقد

⑫ سنن الدرامی جلد۱،ص۳۱۹،باب الصلوۃ

مکتبِ اہلِ بیتؑ سے سجدہ کے بارے میں روایات

① وسائل الشیعہ، فروع کافی، من لا یحضرہ الفقیہ

عن محمد بن یحییٰ باسنادقال قال ابوعبداللّٰہ السجود علی الارض فریضه وعلی الخمره سنة

وسائل الشیعه

''محمد بن یحییٰ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں آپؑ نے فرمایا: زمین پر سجدہ کرنا فرض ہے اور خمرہ (سجدہ گاہ) پر سجدہ کرنا سنت ہے''۔

② الاستبصار، فروع کافی، وسائل الشیعہ

قال امام .عن حمران عن احدهماعلیهما السلام قال کان ابی علیہ السلام یصلی علی الخمرة یجعلهاعلی الطنفسه و یسجد علیها فاذا لم تکن خمرة جعل الحصی علی الطنفسه حیث یسجد.

''حمران امامین علیہم السلام میں سے ایک امام سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: میرے والد صاحب خمرہ (چھوٹی سے چٹائی) پر سجدہ کرتے تھے یعنی اس فرش پر سجدہ کرتے تھے اور جب یہ خمرہ

دستیاب نہ ہوتا تو پھر فرش کی جائے سجدہ پر کچھ سنگریزے رکھ کر ان پر سجدہ کرتے تھے"۔

حوالہ جات

① کتاب وسائل الشیعہ لیف الشیخ محمد بن الحسن الحرالعاملی کتاب الصلاۃ باب الصلاۃ مایسجد علیہ جلد۳،ص۵۹۳،۵۹۴
② فروع کافی جلد۱،ص۳۳۱-۳۳۲ باب مایسجد علیہ وما یکرہ
③ تہذیب جلد۱،ص۲۲۳
④ من لایحضرہ الفقیہ جلد۱،ص۱۷۴،باب السجود علیہ وما لا یسجود علیہ حدیث نمبر۸۲۴
⑤ الاستبصار باب السجود علی شئی لیس علیہ سائرالبرلہ جلد۱،ص۳۳۵

خمرہ کی تعریف [سجدہ گاہ]

خمرہ اس سجدے گاہ کو کہتے ہیں جس پر نمازی کی بوقت نماز پیشانی ڈھانپی جائے چاہے وہ مٹی ہو یا زمین سے اُگنے والی نباتات [جیسے کھجور کی چھال، پتے، بوریا، گھاس یا لکڑی سے بنایا گیا ہو]۔ محدثین نے اس کے حجم پر بحث کی ہے اور تحریر کرتے ہیں کہ اس کا حجم ایک چاندی کے روپیہ [درہم] کے برابر تھا جس کو ایک چوہیا آئی اسے لے اُڑی اور اس کو نبی کریم ﷺ کے سجدہ گاہ پر ڈال دیا جو آگ سے ایک روپیہ برابر جل گیا۔

سجدہ گاہ مٹی سے بنایا گیا ہو یا نباتات سے بنایا گیا ہو۔ البتہ اس مٹی کو [زمین] پر رکھا جائے یہ سنت ہے۔ اہلِ علم نے اس حقیقت کو مانا ہے کہ سجدہ گاہ اسے کہتے ہیں جو ہمارے زمانے میں شیعہ مسلک کے لوگ سجدے گاہ رکھتے ہیں۔

[حوالہ متن]

① مترجم سنن نسائی علامہ وحید الزمان اہلحدیث باب حدیث الصلاۃ علی الخمرۃ میں لفظ خمرہ اس چیز کو کہتے ہیں جس پر انسان سجدہ کرتا ہے نماز میں، وہ ایک ٹکڑا ہوتا ہے بوریے یا کھجور کی چھال کا یا اور کسی گھاس کا۔ مجمع البحار میں ہے کہ خمرہ وہ سجدہ گاہ ہے. جس پر اس زمانے میں شیعہ سجدہ کرتے ہیں۔

دوسری حدیث ہے کہ چوہا نے بتی گھسیٹ کر حضور ﷺ کے خمرہ پر ڈال دی۔ اس میں سے ایک روپیہ برابر جل گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے وہ نہ بڑا تھا. نہ چھوٹا جیسے سجدہ گاہ ہوتی ہے [واللہ اعلم] نسائی، ص ۲۸۳ جلد ۱، مترجم علامہ وحید الزمان۔

② علامہ وحید الزمان تیسر الباری شرح صحیح البخاری حدیث الصلوۃ علی الخمرۃ حدیث نمبر [۳۷۸] باب سجدہ گاہ پر نماز کی شرح میں لکھتے ہیں: سجدہ گاہ یعنی خمرہ سے وہی چھوٹا مصلیٰ مراد ہے جس پر نمازی کا منہ اور دونوں ہاتھ آسکیں"۔ (جلد ۱، ص ۲۷۶)

③ مجمع البحار الانوار شیخ طاہر گجراتی طبع نولکشور پر مرقوم ہیں: الخمرہ وھی الشئی یجد علیھا الان الشیعہ۔ "یعنی خمرہ وہ چیز ہے جس پر آج کل شیعہ حضرات سجدہ کرتے ہیں"۔ (اخذ قوانین شریعہ علامہ محمد حسین نجفی بر حاشیہ، ص ۲۱۰، جلد ۱)

④ کتاب فتح الباری شرح صحیح البخاری

⑤ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری

⑥ تحفہ الاحوذی

قال الطبری ھو مصلیٰ صغیر یعمل من سعف النخل؛ سمیت بذلك لسترھا الوجه و الکفین من حر الارض و بردھا فان کانت کبیرۃ سمیت حصیرا کذا قال ازھری فی تھذیبه و صاحبه ابوعبید

الھروی و جماعة بعدھم وزادفی النھایة ولا تکون خمرة الافی ھذا المقدار قال وسمیت خمرة لان خیوطھا مستورة بسعفھا

''طبری کہتے ہیں: چھوٹی جائے نماز [مصلیٰ] جو کھجور کی چھال سے بنائی جاتی ہے جسے چہرے اور ہتھیلیوں کو زمین کی گرمی اور سردی سے ڈھانپنے کے لیے بچھایا جاتا ہے۔ اگر بڑا ہے تو حصیر ہے اگر چھوٹا ہے تو یہ خمرہ ہے، یعنی مصلیٰ مکمل کو حصیر اور چھوٹے کو سجدہ گاہ کی حد تک خمرۃ کہتے ہیں۔ اس تعریف کو صاحب کتاب ازہری نے التھذیب اور ایک جماعت نے بھی نقل کیا ہے۔ نہایہ نے اس کا اضافہ کیا ہے۔ سجدہ گاہ کی مقدار مقرر ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ پیشانی ڈھانپی گئی ہو''۔

① کتاب فتح الباری شرح صحیح البخاری امام حجر العقلانی جلد۱، کتاب الحیض حدیث ۳۳۳، کی شرح میں نقل کرتے ہیں:

② عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری الشیخ الامام العلامہ بدرالدین العینی المتوفی سنہ ۸۵۵، السنت، جلد۴، ص ۱۰۸، کتاب الصلاۃ کی حدیث وکان یصلی علی الخمرۃ کی بحث میں نقل کرتے ہیں:

فتح الباری شرح صحیح البخاری امام ابن حجر العسقلانی جلد ۱ صفحہ ۴۳۰ کتاب الحیض باب ۳۳۳ حدیث:

عن عبداللہ بن شداد قال سمعتُ خالتی میمونة زوج النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم انھا کانت تکون حائضا لا تصلی وھی مفترشة بحذاء مسجد رسول

اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلموهو یصلی علی خمرته اذا سجد اُصابہنی بعض ثوب کی تشریح میں لکھتے ہیں: قال الخطابی: هی السجادة یسجد علیها المصلی

''خطابی کہتے ہیں: سجدہ گاہ وہ ہے جہاں نمازی سجدہ کرتا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے: وسمیت خمرة لانها تخمطی الوجه ''سجدہ گاہ وہ ہے کہ جہاں فقط چہرہ ڈھانپ لیا جائے''۔

ایک اور حدیث قال ففی هذا تصریح باطلاق الخمرة علی قدر الوجه ''سجدہ گاہ کا اطلاق چہرہ کی مقدار پر ہے''۔

اس طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ ''سجدہ گاہ کی مقدار ایک درہم کی ہے''۔

حوالہ متن

[۱] فتح الباری شرح صحیح البخاری، [۲] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری [۳] شرح ابن بطال

یقال ابن بطال ؛کان ما یصلی علیه کبیرا قدر طول الرجل فان کثر فانه یقال له حصیر ولا یقال له خمرة وکل ذلك یصنع من سعف النخل وما اشبهه

''ابن بطال کہتے ہیں: اگر مصلیٰ انسان کے قد اور قد سے زیادہ طول ہو تو اُسے حصیر کہتے ہیں مگر یہ سجدہ گاہ نہیں کہا جا سکتا [چونکہ یہ مصلیٰ کی تعریف میں ہے۔] البتہ یہ کھجور کی چھال یا اس جیسی شے سے بنایا گیا ہو''۔

حوالہ جات

① فتح الباری، ص ۴۸۸، باب ۲۰، الصلاۃ علی الحصیر کی شرح میں جو حصیر اور خمرۃ

② عمدۃ القاری شرح البخاری، ص ۱۰۸، جلد ۴، باب ۱۹، اذا اصاب ثوب المصلی امراۃ اذا سجد

③ شرح ابن بطال باب ذااصاب ثوب المصلی امراۃ اذا سجد، جلد ۲، ص ۴۷

سجدہ گاہ کا حجم ایک درہم تھا

سجدہ گاہ کی تعریف محدثین اور فقہائے کرام نے کی ہے لیکن اس کا کم از کم حجم کتنا ممکن ہے۔ اس بارے میں جو روایات ہم تک پہنچی ہیں وہ حجم کے لحاظ سے ایک درہم چاندی یا پاکستان قدیمی روپیہ کے برابر تھا۔ اگرچہ یہ حجم اس سے بھی زیادہ بیان ہوا ہے جو نمازی کی پیشانی کی حد تک یا اس سے بھی کچھ بڑے ہیت کے مطابق تھا۔ جس پر گرمی اور سردی میں ہاتھ بھی رکھے جاتے تھے۔ جو مٹی سے لے کر نباتات سے بنائے جاتے تھے اس کو خمرہ کہتے تھے۔ اہل علم اور اہل تحقیق نے موجودہ زمانے میں اس خمرہ کی تشبیہ، ہیئت اور حجم اس سجدہ گاہ کی دی ہے جو امامیہ مسلک کے لوگ نماز میں رکھتے ہیں۔

حوالہ متن

① فتح الباری شرح صحیح البخاری

② عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری

③ تحفۃ الاحوذی ۴

سنن النسائی مترجم علامہ وحید الزمان

ابن عباس جاء ت فارۃ فاخذۃ تجر الفتیلۃ فجائت بھا فالقھا بین یدی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم علی الخمرۃ التی کان قاعدا علیھا فاحرقت منھا مثل موضع درھم.

''حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک چوہا آیا۔اُس نے بتی کھینچ کر حضورؐ کے سجدے گاہ پر ڈال دی جس میں آپؐ بیٹھتے تھے۔ ایک روپیہ کے برابر جل گیا [اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ [خمرہ] سجدہ گاہ جو فقط پیشانی کی حد تک رہے [جس سے پیشانی ڈھانپ جائے] سجدہ گاہ کہلاتا ہے''۔

حوالہ جات

1. عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری الشیخ الامام العلامہ بدرالدین العینی التوفی ۸۵۵، السنت، جلد۴، ص۱۰۸ کتاب الصلاۃ کی حدیث وکان یصلی علی الخمرۃ
2. فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب الصلوۃ باب حدیث الصلوۃ علی الخمرہ
3. کتاب تحفۃ الاحوذی، حدیث الخمرہ ا، ص۳۶۲
4. نسائی ۲۸۵، جلد ا، برحاشیہ مترجم علامہ وحید الزمان باب الصلوۃ علی الخمرۃ

اُموی بادشاہ حضرت عمر بن عبدالعزیز مصلٰی پر مٹی کی سجدہ گاہ رکھ کر نماز پڑھتے تھے۔

اُموی حکمرانوں میں عمر بن عبدالعزیز کا مقام و مرتبہ سے کسی کا اختلاف نہیں ہے بلکہ وہ ہر ایک کی نظر میں احترام سے جانے جاتے ہیں۔انھوں نے اپنے زمانے میں غیر شرعی افعال کو بند کر دیا تھا۔اگر کوئی ایسا عمل بجالاتا تو پھر وہ سزا سے نہیں بچ سکتا

تھا۔ وہ خود بھی سنت نبوی پر سختی سے پابندی کرتے تھے اور دوسروں کو بھی پابند رہنے کی ہدایت کرتے تھے۔ وہ نماز میں سجدے میں سنت کی اتباع کرتے ہوئے اور زمین پر مٹی کی سجدہ گاہ رکھ کر نماز کی ادائیگی کرتے تھے۔

حوالہ متن

① فتح الباری شرح صحیح البخاری
② عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری
③ شرح ابن بطال
④ تحفۃ الاحوذی

روی عن عمر بن عبد العزیز انه کان یؤتی بتراب فیوضع علی الخمرة فی موضع سجوده فیسجد علیه

"حضرت عمر بن عبدالعزیز سے بیان کیا گیا۔ کہ وہ نماز میں چٹائی پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ اس پر مٹی رکھ کر سجدہ کرتے تھے"۔

حوالہ جات

① فتح الباری شرح صحیح البخاری
② عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری
③ عمدۃ القاری شرح البخاری ص ۱۰۸، جلد ۴، باب ۱۹، اذا اصاب ثوب المصلی امراۃ اذا سجد
④ شرح ابن بطال باب اذا اصاب ثوب المصلی امراته اذا سجد، جلد ۲، ص ۴۷

"تابعی مسروق سفر میں سجدہ گاہ ساتھ رکھتے تھے"۔

الطبقات الکبری ۔کان مسروق اذا خرج یخرج
بلبنۃ یسجد علیھا فی السفینۃ.
”تابعین میں سے مسروق بن اجدع دوران سفر اپنے ساتھ ایک
اینٹ رکھتے تھے تاکہ کشتی میں اس پر سجدہ کریں“۔

حوالہ جات

① الطبقات الکبری باب[مسروق بن اجدع، جلد ۶، ص ۷۹، طبع بیروت

حذیفہ یمانی کی لوح پر سجدہ کرنا

صحابہ کرام کا ایک بڑا طبقہ اتباع سنت کرتا تھا۔ وہ پاک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر عمل کے محافظ تھے تو پھر کیونکر ممکن تھا کہ اس کی اتباع نہ کرتے؟ البتہ سیرت اور سنت باقی تھی لیکن زمانہ اجتہاد میں اکثر سنتوں کو نظر انداز کیا، شاید ان تک یہ عمل نہیں پہنچا تھا یا اس کو زیادہ اہمیت نہ دی چونکہ اس پر اکثر لوگ عمل کرتے تھے، البتہ حضرت حذیفہ یمانی جن کا مقام ومرتبہ کسی سے پوشیدہ نہ تھا آپ کا ایک خاص لقب تھا سرالنبیؐ وہ رازدار نبوت بھی تھے، البتہ آپ نماز کی حالت میں زمین پر بلکہ زمین کے اوپر سجدہ گاہ رکھ کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ چاہے جسمانی کیفیت کسی طرح بھی ہو وہ ہر دو حالت میں سجدہ گاہ کو اولیت دیتے تھے۔

شرح ابن بطال. ابن ابی شیبہ قال کان حذیفہؓ
مریضاً فکان یصلی قاعداً فجعل له وسادۃ وجعل له
لوح علیھا یسجد علیه
”ایک مرتبہ صحابی حذیفہ یمانی بیمار ہوگئے۔ انھوں نے بیٹھ کر نماز
پڑھی جبکہ ان کے لیے تکیہ رکھا گیا تھا اور وہ ایک تختی (لکڑی)

رکھی اس پر آپ سجدہ کرتے رہے"۔

شرح ابن بطال باب ص ۴۸، جلد۲، باب فقہی الحدیث سجدہ گاہ پر نماز کو اولیت دیتا تھا۔

علامہ وحید الزمان اہلحدیث مکتب فکر کے نامور عالم دین اپنی کتاب لغات الحدیث باہتمام نور محمد کارخانہ کراچی کتاب [خ] لفظ [خمل] کی بحث میں تحریر کرتے ہیں۔

کان أبی یصلی علی ا لخمرۃ یضعھا علی الطنخۃ

"أبی سجدہ گاہ پر نماز پڑھتے تھے اس کو چادر پر رکھ لیتے تھے"۔

مترجم کہتا ہے: علامہ وحید الزمان اہلحدیث مترجم کتب صحاح ستہ] میں بھی اکثر ایسا کرتا ہوں۔ جب فرش پر نماز پڑھنے کو کھڑا ہوتا ہوں، ایک بوریا کا ٹکڑا یا پنکھا (ہمارے ملک میں گرمی سے محفوظ رہنے کے لیے کھجور کے پتوں سے بنائے جاتے اور عرب میں بھی اس کو زیر استعمال لایا جاتا تھا) سجدے کے مقام پر رکھ لیتا ہوں۔ اگرچہ ہمارے مذہب میں کپڑے پر سجدے کرنا جائز ہے۔ پر بہتر یہ ہے۔ کہ مٹی یا بوریے پر سجدہ کرے۔

السجود علی الارض فریضۃ وعلی ا لخمرۃ سنت

"زمیں پر سجدہ کرنا فرض ہے۔ سجدے گاہ پر سجدہ کرنا سنت ہے"۔

ص [۱۳۶] لفظ خمل باب [خ] [خ] کی بحث میں ہے اور ص ۱۳۳، خم ناولنی الخمرۃ من المسجد "ذرا مجھے مسجد سے چھوٹا سا مصلیٰ دیجیے"۔

زمین پر سجدہ گاہ رکھ کر نماز کی ادائیگی کرنا سنت ہے۔ اور صحابہ کرام اس پر عمل کرتے تھے۔

زمین پر پیشانی رکھ کر نماز پڑھنا آپ کریمؐ کی سنت ہے۔ اس طرح مٹی پر سجدہ کرنا فرض ہے لیکن اگر اس پر سجدہ گاہ رکھ لی جائے تو ہر دو کی اطاعت ہو جائے گی۔

فرضیت کی ادائگی اور سنت کی اتباع ہو جائے گا۔ صحابہ کرام سجدہ گاہ نماز پڑھتے تھے۔

[۱] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری العینی جلد۴، احکام الصلاۃ باب ۱۹، اذا اصاب ثوب المصلی امراۃ اذا سجد، ص ۱۰۸ پر عبارت نقل کرتے ہیں:

الرابع . جواز الصلوۃ علی الخمرۃ من غیر کراھۃوعن ابن المسیب الصلاۃ علی الخمرۃ سنت و قد فعل ذلک جابر و ابوذر و زید بن ثابت و ابن عمر رضوان اللہ علیھم

[۲] کذا فتح الباری شرح البخاری ابن حجر العسقلانی جلد۱، ص ۴۸۸،

قال ابن بطال لا خلاف بین فقھا الامصار فی جواز الصلاۃ علیھا

''سجدہ گاہ پر نماز بلا کراہت جائز ہے''۔

ابن المسیب سے روایت ہے: نماز سجدے گاہ پر پڑھنی سنت ہے۔ اس پر صحابہ کرام نے عمل کیا، جس میں حضرت جابرؓ، حضرت ابوذرؓ، حضرت زیدؓ بن ثابت، حضرت عبداللہؓ بن عمر شامل ہیں۔ فتح الباری کا ترجمہ۔ ابن بطال کہتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں فقہائے کرام میں سے کوئی بھی سجدے گاہ پر نماز کی جوازیت کے خلاف نہیں تھا۔

(۳) شرح ابن بطال. لا خلاف بین فقھا الامصار فی جواز الصلاۃ علی الخمرۃ الا شئی.

''ہمارے زمانے میں فقہا کرام میں سے کوئی بھی سجدے گاہ پر نماز کی جوازیت کے خلاف نہیں ہے''۔

(۳) شرح ابن بطال.لان النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم قد صلی علیھا قال سعید بن المسیب الصلاۃ

على الخمرة سنة فلا يجوز لهما مخالفة سنة عليه الصلوة السلام

''سجدہ گاہ پر پاک نبی کریم ﷺ سے نماز ثابت ہے۔ سعید بن المسیب کہتے ہیں: سجدہ گاہ پر نماز پڑھنا سنت ہے۔ کسی شخص نے بھی اس سنت کی مخالفت نہیں ہے''۔

(۴) لغات الحدیث علامه وحید الزمان. السجود على الارض فريضة وعلى الخمرة سنت.

''زمیں پر سجدہ کرنا فرض ہے. سجدے گاہ پر سجدہ کرنا سنت ہے''۔

ص ۱۳۶، لفظ خل باب [خ] [خ] کی بحث میں ہے اور ص ۱۳۳، [خم] ناولنی الخمرة من المسجد ''ذرا مجھے مسجد سے چھوٹا سا مصلّیٰ دیجیے''۔

پاک و ہند کے معروف اہلحدیث عالم دین علامہ وحید الزمان مترجم صحاح ستہ نے اپنی کتاب لغات الحدیث لفظ [خل] کتاب [خ] صفحہ [۱۳۶] [خل] کان أبى يصلى على الخمرة يضعها على الطنفست ''أبی سجدہ گاہ پر نماز پڑھتے اس کو چادر پر رکھ لیتے''۔ [مترجم] کہتا ہے: میں بھی اکثر ایسا کرتا ہوں. کہ جب فرش پر نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوتا ہوں تو ایک بوریے کا ٹکڑا یا (کھجور کے پتوں سے بنا) پنکھا سجدے کے مقام پر رکھ لیتا ہوں۔ اگرچہ ہمارے مذہب میں کپڑے پر سجدہ کرنا جائز ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ مٹی یا بوریے پر کرے۔

مسجد سے سجدے گاہ مجھ کو اُٹھا دے

یہ آنحضرت ﷺ نے اپنی بیوی اُم سلمہؓ سے فرمایا جبکہ وہ حیض کی حالت میں تھی۔ خمرہ چھوٹا ٹکڑا بوریے کا یا کھجور کی پتوں سے بنا ہوا ہے. جس پر سجدہ میں آدمی کا سر فقط

آسکتا ہے۔ایک روایت میں یوں ہے. کہ چوہے نے چراغ کی بتی کھینچ کر آنحضرت ﷺ کے اس خمرہ [مصلیٰ] پر ڈالدی جس پر آپ بیٹھے ہوئے تھے اور ایک درہم [روپیہ] بڑا بردہ جل گیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خمرہ بڑے کو بھی کہتے ہیں۔ابن اثیر نے شرح جامع الاصول میں کہا کہ خمرہ سجدہ گاہ کو کہتے ہیں جس پر ہمارے زمانہ میں شیعہ سجدہ کیا کرتے ہیں۔میں کہتا ہوں اس حدیث میں سجدہ گاہ رکھنا مسنون ٹھہرا اور جن لوگوں نے اس سے منع کیا ہے اور رافضیوں کا طریق قرار دیا ہے۔ان کا قول صحیح نہیں ہے۔میں تو کبھی کبھی اتباع سنت کے لیے پنکھے کو جو بوریے سے بنا ہوتا ہے بجائے [مصلیٰ] سجدہ گاہ کے رکھ کر اس پر سجدہ کرتا ہوں اور جاہلوں کے طعن و تشنیع کی پرواہ نہیں کرتا۔ہمیں سنت رسولؐ اللہ سے غرض ہے چاہے کوئی رافضی یا کوئی خارجی پڑھے۔

اگر سنت پر عمل اہل تشیع کرتے ہیں تو یہ فخر کی بات ہے جو اصل میں وہی اہل حدیث ٹھہرے۔

دین کی حفاظت اور امت کی راہنمائی کی ذمہ داری سرکار امام الانبیاءؐ نے اہل بیت اطہارؑ کو سونپی تھی۔وہی اس دین کے مفسر ہیں۔چونکہ وہ راز دار نبوت ہیں۔لہٰذا قرآن حکیم کی تفسیر ہو یا احادیث نبوی کی سنت کی اتباع اس پر اگر کوئی کار بند ہیں وہ محب اہل بیتؑ ہیں۔ہر زمانے میں اہل علم اور اہل دانش نے اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے۔اگر سنت محفوظ ہے تو قیامت تک باقی رہے گی۔وہ اس طرح ممکن ہے کہ علم اور اجتہاد کا دروہ کھلا رکھا جائے۔

[ا] لغات الحدیث۔ابن اثیر نے شرح جامع الاصول میں کہا کہ خمرہ اس سجدہ گاہ جس پر ہمارے زمانہ میں شیعہ سجدہ کرتے ہیں۔میں کہتا ہوں: اس حدیث میں سجدہ گاہ رکھنا مسنون ٹھہرا۔

[۲] مترجم سنن نسائی علامہ وحید الزمان اہلحدیث باب حدیث الصلاۃ علی الخمرۃ میں لفظ خمرہ اس چیز کو کہتے ہیں. جس پر انسان سجدہ کرتا ہے. نماز میں اور وہ ایک ٹکڑا ہوتا ہے بوریے یا کھجور کی چھال کا یا اور کسی گھاس کا۔ مجمع البحار میں ہے کہ خمرہ وہ سجدہ گاہ ہے. جس پر اس زمانے میں شیعہ سجدہ کرتے ہیں۔

خلاصہ بحث

سجدہ کے لیے جب زمین آڑے آئے یا مشکوک اور نجس ہونے کا احتمال ہو یا زمین تک سجدہ کی رسائی نہ ہو یا زمین پر سجدہ کرنا مضر صحت ہو یا سجدے کا ہونا مشکوک ٹھہرے تو اسے پھر درست سجدے کے لیے ایک مرتبہ قائم مقام زمین کو قرار دیا جاتا ہے۔ وہ اصل کی طرح مٹی سے (سجدہ گاہ کی صورت) یا نباتات کے ذریعے زمین قرار پائے تاکہ سجدہ شارح کے مطابق درست ہو سکے۔ اور نماز کی قبولیت کا سبب بن سکے۔

مکتب اہلِ بیتؑ کے سجدہ پر نظریات

نماز عبادت ہے اور یہ کسی شخص کی رائے کے تابع نہیں ہے جو حکم شارح مقدس نے دے رکھا ہے اس سے تجاوز کرنا ضلالت اور گمراہی ہے۔ اس لیے مکتب اہلِ بیتؑ کا طرہ امتیاز یہ ہے کہ اہلِ بیتؑ جو نبی کریم ﷺ کے عمل کے مفسر ہیں، نانا کی زبان مبارک کو چوس کر اور حالت سجدے میں دوش مبارک پر سواری کر کے دین مقدس کو پڑھا ور دیکھا اس بنا پر امام الانبیاء سید عرب وعجم نے حضرت علی مرتضیٰؑ کے بارے میں فرمایا:

علی مِنّی آنا منہ

اس طرح حسنین کریمینؑ کے بارے میں فرمایا:

"حسنین کریمینؑ مجھ سے ہیں، میں ان سے ہوں"۔

مقام کربلا دین کی تفسیر اور محمد مصطفیٰؐ کی تعبیر تھی۔ کون شخص یہ سوال کرسکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو اہلِ بیت اطہارؑ سے زیادہ کسی اور نے دیکھا ہو؟ گھر سمیت انہیں ملنے اور دیکھنے کا موقع فراہم ہوا ہو۔ لہٰذا سید عرب وعجم نے جو عبادت کا طریقہ بیان کیا ہے آپ اہل وعیال نے ویسا ہی عمل کر دکھایا ہے۔ اور یہی قوی سند ہے۔

اھل ادریٰ ما فی ا ھلبیت کے مصداق کائنات کا جو بھی انسان خواہ کتنی ہی عظمت کا مالک کیوں نہ ہو اہلِ بیتؑ سے بہتر پیغمبر اسلام کے اعمال وافعال بیان نہیں کرسکتا، لہٰذا پیغمبر کی سنت اور طریقہ پر عمل کے لیے قول اہلِ بیتؑ کو خاص اہمیت حاصل ہوگی۔

روایات

① فروع کافی، تہذیب، من لا یحضر الفقیہ، وسائل الشیعہ ا، حدیث نمبر ۷،

عن محمد بن یحییٰ باسنادہ قال ابو عبداللّٰہ السجود علی الارض فریضۃ وعلی الخمرۃ سنت

''محمد بن یحییٰ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: زمین پر سجدہ کرنا فرض اور سجدہ گاہ پر سنت ہے''۔

② فروع کافی، استبصار، وسائل الشیعہ ۲

عن حمران عن احدھما علیھما السلام قال کان ابیؑ یصلی علی الخمرہ یجعلها علی الطنفسۃ و یسجد علیها فاذا لم تکن خمرۃ جعل حصی علی الطنفسۃ حیث یسجد.

''حمران امامین علیہم السلام میں سے ایک امام سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا میرے والد ماجد خمرہ [سجدہ گاہ] پر سجدہ کرتے تھے یعنی فرش پر سجدہ گاہ رکھ کر اس پر سجدہ کرتے تھے. اور جب خمرہ دستیاب نہ ہوتا تو پھر فرش کی جگہ سجدہ پر کچھ سنگریزے رکھ کر ان پر سجدہ کرتے تھے''۔

③ فروع کافی، وسائل الشیعہ،

قال امام(۳) عن الحلبی قال ؛قال ابو عبداللّٰہ دعا ابی بالخمرۃ فابطات علیہ فاخذ کفا من حصی فجعلہ علی البساط ثم سجد

''شیخ جعفر بن الحسن علی باسناد خود حلبی سے روایت کرتے ہیں: میں

نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا اور کہا: آیا کوئی بچھو کے بالوں اور فرش پر نماز پڑھ سکتا ہے؟ فرمایا: ان پر سجدہ نہ کرو اور اگر ان پر کھڑے ہو کر سجدہ زمین پر کرو تو پھر کوئی مضائقہ نہیں ہے اگر ان پر چٹائی بچھا دو اور اس پر سجدہ کرو تو کوئی مضائقہ نہیں"۔

حوالہ جات

① کتاب وسائل الشیعہ باب الصلاۃ ما یسجد علیہ جلد ۳، ص ۵۹۳، ۵۹۴

② فروغ کافی جلد ا، صفحہ ۲۳۱-۲۳۲، باب ما یسجد علیہ وما یکرہ

③ تہذیب جلد ا، ص ۲۲۳

④ من لا یحضرہ الفقیہ جلد ا، ص ۱۷۴، باب السجود علیه وما لا یسجود علیه حدیث نمبر ۸۲۲

⑤ الاستبصار باب السجود علی شئی لیس علیه سائر البرله جلد ا، ص ۳۳۵

(نوٹ:) اب تک جو لکھا گیا ہے وہ لفظ الخمرہ کی وضاحت کی گئی ہے کہ خمرہ وہ چھوٹی چٹائی [سجدہ گاہ] یا سجدہ زمین پر جہاں فقط پیشانی قرار پاتی ہے۔یا مٹی پر پیشانی [ماتھا] آسکے اُس کو خمرہ کہتے ہیں۔ وہ الارض [مٹی] ہو یا وہ اقسام نباتات میں سے ہو جیسے درخت کھجور یا دیگر اقسام درخت کی لکڑی، چھال، پتے، وغیرہ جیسا کہ ہمارے زمانے میں مساجد اور گھروں میں کھجور کے پتے [چھلکے] کے مصلی یا گھر اور دیہات کے مساجد میں سروٹ [کانے] کے پتے [چھال] کی بنی ہوئی چھوٹی یا بڑی صفوں پر نمازیں پڑھی جاتی ہے۔یہی منشاء شارح مقدس پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ البتہ مٹی پر سجدہ کرنا نباتات کے سجدے سے افضل ہے۔اب نباتات کی دوسری شکل مکمل مصلی کی احادیث درج کرتے ہیں، جہاں آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازیں بھی پڑھی ہیں اور آپؐ باوقت ضرورت آرام بھی کیا کرتے تھے۔

باب ہفتم

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نباتات پر سجدہ

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا جانا چاہیے کہ دین اسلام مجموعی صورت میں محفوظ ہے اور اس کو سلامت رکھنے میں اہتمام ہوا ہے۔ یہ اعجاز اس زمانے سے لے کر قیامت تک کسی مذہب وملت کو نصیب نہیں ہوا۔ اس پر ایک طرف نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات نے گھر کی صورت کو پیش کیا اور دوسری جانب اصحاب باوفا بھی کسی سے کم نہیں تھے۔ ان کی خدمات کا بھی اعتراف کیا جاتا ہے اور تیسری صورت اہل بیتؑ اطہار کرام کی ہے۔ جو وارث دین اور مفسر قرآن۔ ان کے بارے میں ارشاد پیغمبرؐ ہے:

"میں دو بزرگ گراں قدر سرمایا چھوڑے جا رہا ہوں ان کے ساتھ رہنا اور اسی میں نجات ہے"۔

اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت پنہاں ہے کہ اہل بیت اطہارؑ اور اصحاب کی خدمات نے دین کو محفوظ کرتے ہوئے ہم تک پہنچا دیا۔ اب ان ذرائع سے سجدے کا پاک نبی کریم ﷺ سے جو کچھ حصول ہوا اس کو پیش کیا جاتا ہے۔

احادیث کی ایک قسم کو بیان کیا جا چکا ہے کہ حالت اختیاری میں زمین کے بعد دوسری چیز سجدہ صحیح ہونے کے لیے احادیث پاک میں نباتات بیان ہوئی ہیں۔ جن پر فریقین کے مکاتب فکر نے اپنی کتب احادیث میں تفصیل کے ساتھ درج کیا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ خمرہ اور حصیر [کھجور کے پتے اور ٹہنی اور چھال کی بنی ہوئی جائے نماز [چٹائی] پر سجدہ فرمایا کرتے تھے اور اگر۔ یہ چٹائی پیشانی رکھنے کی حد تک محدود ہوتی تو اسے خمرہ [سجدہ گاہ] کہتے اور اگر یہ چٹائی مکمل مصلے کے برابر ہوتی تو اس کو حصیر کہتے

تھے جن کی تعریف پہلے ذکر ہو چکی ہے۔اس سلسلہ میں مزید روایات تحریر کی جاتی ہیں۔

الحصیر پر نماز [مصلّٰی] متن [کتب اہل سنت]

جامع ترمذی: عن جابر عن ابی سعید ان النبی صلی الله علیه وسلم علی حصیر قال سنن بیهقی جلد۲، ص۴۲۱، کتاب الصلاة باب الصلاة علی الحصیر
قال ابوسعید دخلت علی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم و هو یصلیّ علی الحصیر
"(دونوں روایات کا ترجمہ)ابوسعید فرماتے ہیں کہ میں پیغمبر اسلام ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔آپؐ کھجور کے پتوں پر نماز پڑھ رہے تھے۔ کذا روایات کثیرہ والفاظ مختلف لیکن معنی ایک"۔

حوالہ جات

① کتاب جامع الترمذی مولف ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی جلد۱،ص۴۳، مترجم ۱۶۰، باب الصلاۃ
② کتاب سنن النسائی، ج۱،ص۸۵، کتاب الصلاۃ باب الصلاۃ علی الحصیر
③ صحیح البخاری کتاب الصلاۃ باب الصلاہ علی الحصیر "بوریے پر نماز پڑھنے کا بیان"،ص۵۵، کتاب الحیض،ص۴۷
④ سنن ابی داؤد،ص۹۶،ج۱، کتاب الصلاۃ کذا تفصیلات
⑤ شرح عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج۴،ص۱۰۸
⑥ کتاب فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج۱، کتاب الصلاۃ،ص۴۸۸

⑦ صحیح مسلم کتاب الصلاۃ، باب جواز جماعۃ النافلہ الصلاۃ علی الحصیر و الخمرۃ ج ۱، ص ۲۳۴۔ کذا کتب کثیرہ فی الحدیث اس حدیث کی جو شرح بخاری کی شروحات نے الحصیر کی تعریف بیان کی اس کو نقل کیا جاتا ہے۔

[نوٹ:] صحیحہ ستہ کی تمام کتب میں احادیث خمرہ اور حصیر موجود ہیں لہٰذا کم حوالہ جات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

الحصیر کی تعریف [مصلیٰ]

وہ جائے نماز [مصلیٰ] جہاں انسان کھڑا ہو کر یا بیٹھ کر نماز ادا کر سکتا ہے اسے الحصیر کہتے ہیں اور یہ کھجور کی چھال [پتوں] وغیرہ سے بنائی جاتی ہے۔ ہر زمانہ میں اس مصلیٰ کو گھر، باہر یا مساجد میں استعمال کیا جاتا ہے۔ آج بھی دیہات میں سورٹ، کھجور، چاول اور گندم کے تنکوں سے جائے نمازیں بنائی جاتی ہیں۔ ان کے علاوہ ان اشیاء سے خوبصورتی کے لیے دیگر مصنوعات تیار ہوتی ہیں، جو ضرورت کے ساتھ ساتھ علاقائی ثقافت کے طور پر بھی متعارف کروائی جاتی ہیں۔ عربوں کے پاس ہمہ وقت اگرچہ درخت دستیاب تھے جن سے گھر کی اکثر ضرورت کی اشیاء تیار ہوتی تھیں وہ اس درخت کے پتے، چھال، ٹہنیاں اور مکان کے میٹریل کے طور پر کھجور کے درخت کو اولیت دیتے تھے۔ کھجور کے درخت کو یہ اعزاز حاصل رہا ہے کہ وہ مکان کی چھت سے لے کر مکان کے اندر زمین پر بچھانے لیے بستر، نماز کے لیے جائے نماز، اور روٹی محفوظ رکھنے کے لیے روٹی بان اور ان مصنوعات کے علاوہ ہزاروں چیزوں کے بنانے میں کھجور کی حیثیت مسلّم رہی ہے۔

زمین پر نماز پڑھنا یا کم از کم سجدہ کرنے کا ثواب اور فرضیت تو اپنی جگہ پر ہے مگر زمین کی گرمی و سردی، نمی اور خشکی سے محفوظ رکھنے کے لئے دستات کی ضرورت ہمیشہ رہی

ہے اور نباتات کی احادیث کو اس لیے بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ یہ آگ جلانے سے لے کر گھریلو ضروریات کے علاوہ سفری ضرورت بھی رہتے ہیں۔ کھجور ایک مثال ہے جب کہ عبادت الٰہی اس ایک درخت کے تابع نہیں ہے بلکہ اس درخت سے یہ استنباط ہوا ہے کہ نماز کے افضل رکن سجدہ کے لیے پاک نبی کریم نے کون کون سے طریقے اختیار کیے تھے۔ جس سے ایک نمازی اس کی اتباع کرتے ہوئے اپنی عبادت درست قرار دلوا سکے لہٰذا اس سے ایک قانون تشکیل پایا کہ نمازی زمین کے علاوہ اگر سجدہ صحیح کرنا چاہتا ہے تو زمینی نباتات کو استعمال کرتے ہوئے اپنی عبادت کو درست ادا کر سکتا ہے۔ وہ عربی عبارات جو کتب احادیث نے نقل کی ہیں اس پر محدثین نے اپنی کتب میں پاک نبی کریم ﷺ کا عمل درج کیا ہے۔ اس مقام پر ان کتب کے حوالہ جات درج کیے جاتے ہیں جو امت کے نزدیک مسلم حیثیت رکھتی ہیں۔

① کتاب فتح الباری شرح صحیح البخاری

② عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری

③ تحفۃ الاحوذی

قال الطبری ھو مصلیٰ صغیر یعمل من سعف النخل؛ سمیت بذلک لسترھا الوجه و الکفین من حر الارض و بردھا فان کانت کبیرۃ سمیت حصیرا کذا قال ازھری فی تھذیبه و صاحبه ابوعبید الھروی و جماعة بعدھم وزادفی النھایة ولا تکون خمرۃ الافی ھذا المقدار،قال وسمیت خمرۃ لان خیوطھا مستورۃ بسعفھا

"طبری کہتے ہیں: چھوٹی جائے نماز [مصلیٰ] جو کھجور کی چھال سے

بنائی جاتی ہے جسے چہرے اور ہتھیلیوں کو زمین کی گرمی اور سردی سے ڈھانپنے کے لیے بچھایا جاتا ہے۔ اگر بڑا ہے تو حصیر ہے اگر چھوٹا ہے تو یہ خمرہ ہے یعنی مصلیٰ مکمل کو حصیر اور چھوٹے کو سجدہ گاہ کی حد تک خمرہ کہتے ہیں۔ اس تعریف کو صاحب کتاب ازہری نے التہذیب اور ایک جماعت نے بھی نقل کیا ہے۔ نہایہ نے اس کا اضافہ کیا ہے۔ سجدہ گا کی مقدار مقرر ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ پیشانی ڈھانپی گئی ہو"۔

① کتاب فتح الباری شرح صحیح البخاری امام حجر العسقلانی، جلد۱، کتاب الحیض حدیث ۳۳۳ کی شرح میں نقل کرتے ہیں۔

② عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری الشیخ الامام العلامہ بدرالدین العینی المتوفی سنہ ۸۵۵ السنۃ جلد۴ صفحہ۱۰۸ کتاب الصلاۃ کی حدیث وکان یصلی علی الخمرۃ

حوالہ متن

①فتح الباری شرح صحیح البخاری

②عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری

③شرح ابن بطال

یقال ابن بطال ؛کان ما یصلی علیه کبیرا قدر طول الرجل فان کثر فانه یقال له حصیر ولا یقال له خمرة وکل ذلك یصنع من سعف النخل وما اشبهه

"ابن بطال کہتے ہیں کہ اگر مصلیٰ انسان کے قد اور قد سے زیادہ

طول ہو تو اُسے حصیر کہتے ہیں مگر یہ سجدہ گاہ نہیں کہا جا سکتا [چونکہ یہ مصلی کی تعریف میں ہے۔] البتہ یہ کھجور کی چھال یا اس جیسی شے سے بنایا گیا ہو"۔

حوالہ جات

① فتح الباری شرح صحیح البخاری امام حجر العسقلانی جلد۱، کتاب الحیض حدیث ۳۳۳ صفحہ ۴۸۸، باب ۲۰، الصلاۃ علی الحصیر کی شرح میں جو حصیر اور خمرۃ۔

② عمدۃ القاری شرح البخاری ص ۱۰۸، جلد۴، باب ۱۹، اذا اصاب ثوب المصلی امراۃ اذا سجد

③ شرح ابن بطال باب ذااصاب ثوب المصلی امراۃ اذا سجد، جلد۲، ص [۴۷]

① کتاب فتح الباری شرح صحیح البخاری امام حجر العسقلانی، جلد۱، کتاب الحیض حدیث [۳۳۳] کی شرح میں نقل کرتے ہیں:

حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے: اُم سلیم (میری ماں) نے حضور ﷺ سے چاہا کہ آپ میرے گھر پر آئیں اور نماز پڑھیں تو میں اس جگہ نماز پڑھا کروں۔ ایک دن حضور ﷺ ان کے گھر تشریف لائے انھوں نے ایک بوریا اٹھایا پھر اس کو پانی سے دھویا۔ حضور ﷺ نے اس پر نماز پڑھی اور آپ کے ساتھ انس اور اُم سلیم نے بھی پڑھی۔ (سنن النسائی مترجم کتاب المساجد باب الصلوۃ علی الحصیر، ص ۱۸۳)

② سنن ابوداؤد: انس بن مالك ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم کان یزور اُم سلیم فتدرکه الصلوة احیانا فصلی علی بساط لنا وهو حصیر تنضحه بالماء

"انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ زیارت کرتے تھے اُم سلیم کی کبھی نماز کا وقت آجاتا تو ہمارا ایک فرش جو بوریے کا تھا نماز پڑھ لیتے اُم سلیم اس کو پانی سے دھو ڈالتیں"۔

④ جامع ترمذی: عن ابی سعید ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم صلی علی حصیر.

"ابی سعید سے روایت ہے کہ پاک نبی کریم ﷺ نے ایک بوریے پر نماز پڑھی"۔

③ صحیح مسلم: عن ابی سعید الخدری انه دخل علی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فوجده یصلی علی حصیر یسجد علیه

"ابو سعیدؓ روایت کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ پاک نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کو دیکھا کہ آپ ایک بوریے پر نماز پڑھتے ہیں اور اس پر سجدہ کرتے ہیں"۔

خلاصہ بحث

جائے نماز (مصلیٰ) ایک جانب سجدہ کی درستگی کا ہوتا ہے اور دوسری جانب نمازی کے راحت کا سبب ہے۔ جس کی بنا پر زمین کی سختی، گرمی یا سردی سے محفوظ ہو جاتا ہے اور دوسری جانب زمین کی مشکوک نجاست سے شک دور ہو جاتا ہے۔ اس لحاظ سے مصلیٰ جو نباتات سے بنایا گیا ہو اس پر نماز درست ہوگی۔ البتہ حصیر کے طور پر دری، کارپٹ، قالین، وغیرہ میں ممانعت نہ ہوگی لیکن خمرہ (سجدہ گاہ) صرف اسی چیز کا استعمال ہوگا جو پاک پیغمبر نے کیا تھا۔

حوالہ جات

① سنن النسائی باب کتاب المساجد باب الصلوٰۃ الخمرہ جلد ۱، ص ۲۸۳، کتاب المساجد باب الصلوۃ علی الخمرۃ
② صحیح البخاری، جلد ۱
③ سنن ابی داؤد، مترجم علامہ وحید الزمان الحدیث جلد ۱، باب الصلوۃ علی الخمرۃ، ص ۲۷۰
④ سنن ابن ماجہ باب الصلوۃ علی الخمرۃ، ص ۳۷۳، جلد ۳، حدیث ۱۰۸۱
⑤ جامع الترمذی، کتاب المساجد باب ا لصلوۃ علی الخمرۃ مترجم علامہ بدیع الزمان الحدیث جلد ۱، ص ۱۶۰
⑥ صحیح مسلم باب المساجد باب جواز جماعت فی النافلہ ولاصلوۃ علی حصیر وخمرہ وثوب، مترجم، ص ۱۹۴، جلد ۲
⑦ کتاب فتح الباری شرح صحیح البخاری امام ابن حجر العسقلانی جلد ۱، ص ۴۳۰ کتاب الحیض باب ۳۳۳

① سنن النسائی عن انس بن مالك ان اُم سليم ؟؟؟؟ رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ان ياتيها. فيصلی فی بيتها فتتخذه مصلی فاتاها فعمدت الى حيصير فنضحتة بماء فصلے عليه وصلوا معه

”حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے: اُم سلیم نے (میری ماں) نے حضورؐ سے چاہا کہ آپ میرے گھر پر آئیں اور نماز پڑھیں تو میں اس جگہ نماز پڑھا کروں۔ ایک دن حضورؐ ان کے گھر تشریف لائے۔ انھوں نے ایک بوریا اُٹھایا پھر اس کو پانی سے

دھویا، حضورؐ نے اس پر نماز پڑھی اور آپ کے ساتھ انس اور اُم سلیم نے بھی پڑھی"۔

② سنن ابوداؤد: انس بن مالك ان النبي صلى الله عليه وآله وسلم كان يزور اُم سليم فتدرك الصلوة احيانا فصلى على بساط لنا وهو حصير تنضحه بالماء

"انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ زیارت کرتے تھے اُم سلیم کی کبھی نماز کا وقت آجاتا تو ہمارا ایک فرش جو بوریے کا تھا نماز پڑھ لیتے۔ اُم سلیم اس کو پانی سے دھو ڈالتیں"۔

③ جامع ترمذی: عن ابي سعيد ان النبي صلى الله عليه وآله وسلم صلى على حصير.

"ابی سعید سے روایت ہے کہ پاک نبی کریم ﷺ نے ایک بوریے پر نماز پڑھی۔

④ صحیح مسلم: عن ابي سعيد الخدري انه دخل على رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فوجده يصلى على حصير يسجد عليه

ابوسعیدؓ روایت کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ پاک نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کو دیکھا کہ آپؐ ایک بوریے پر نماز پڑھتے ہیں اور اس پر سجدہ کرتے ہیں"۔

⑤ فتح الباری، ج ۱ ص ۳۹۱: ابي سلمه عن عائشة رضى الله عنها ان النبي صلى الله عليه وآله وسلم كان له حصير يبسطه ويصلى عليه وفى مسلم من

حدیث ابی سعید انہ رای النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یصلی علی الحصیر

''حضرت عائشہ زوجہ رسول اللہ ﷺ فرماتی ہیں کہ رسولؐ اللہ کے پاس ایک چٹائی [نباتات کی بنی ہوئی] تھی۔ آپؐ اس کو بچھاتے اور اس پر نماز ادا کرتے تھے۔ دوسری حدیث کا راوی کہتا ہے: میں نے دیکھا آنحضرت ﷺ چٹائی پر نماز پڑھتے تھے''۔

⑥ بخاری، صحیح مسلم: عن انس بن مالک ان جدتہ ملیکۃ دعت رسول اللّٰہ لطعام صنعتہ لہ فاکل منہ ثم قال (قوموا فلاصل لکم) قال انس فقمت الی حصیر لنا قد اسود من طول ما لبس فنضحتہ بماء فقام رسول اللّٰہ وصففت والیتیم ورائہ والعجوز من ورائنا فصلی لنا رسول اللّٰہ رکعتین ثم انصرف

''انس بن مالک سے روایت ہے کہ ان کی نانی ملیکہ نے آنحضرت ﷺ کو کھانا تیار کر کے اس کے کھانے کے لیے بلایا۔ آپ نے اس میں سے کھایا پھر فرمایا: کھڑے ہو جاؤ میں تم کو نماز پڑھاؤں۔ انسؓ نے کہا: میں ایک بوریے [جائے نماز مصلّیٰ] کی طرف گیا جو بچھتے ہی کالا ہو گیا تھا، میں نے اس پر پانی چھڑکا۔ آپ اُس پر کھڑے ہوئے اور میں نے اور اس یتیم لڑکے نے آپ کے پیچھے صف باندھی اور بڑھیا نانی نے ہمارے پیچھے

پھر آپ نے ہم کو دو رکعات پڑھائیں پھر الگ ہوئے"۔

(کتاب صحیح البخاری، جلد اول پارہ ۲، کتاب الصلوۃ مترجم علامہ وحید الزمان ص ۲۴۸، کذا روایات کثیرہ ۲، صحیح مسلم ۱، ص ۲۳۴، باب جواز الجماعۃ فی النافلہ و الصلوۃ علی حصیر وخمرہ اضافہ شرح نوادی)

فان کان من جرید النخل

"حصیر [مصلی] کھجور کی جڑ [شاخ/ چھال] سے بنا ہوا تھا"۔

⑦ صحیح مسلم، سنن بیہقی، مسند احمد بن حنبل: حضرت انس کان رسول اللّٰہ احسن الناس خلقا فربما تحضرہ الصلاۃ و ھو فی بیتنا فیامر بالبسط الذی تحتہ فیکنس ثم ینضح ثم یوم رسول اللّٰہ و نقوم خلفہ فیصلیٰ بنا و کان بساطھم من جرید النخل

"حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللّٰہ ﷺ لوگوں میں بہترین اخلاق کے مالک تھے۔ جب کبھی وقت نماز آ جاتا اور ہمارے گھر پر ہوتے تو فرماتے کہ فرش کو زمین پر جھاڑو اور اس پر پانی چھڑکو۔ پھر ہم آپ کی امامت میں نماز ادا کرتے۔ آپؐ کا فرش کھجور کی شاخوں سے تیار کیا ہوا ہوتا تھا"۔

سنن بیہقی: عن جابر قال حدثنی ابو سعید. قال دخلت علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم ھو یصلی علی الحصیر

"حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ مجھے ابوسعیدؓ نے بیان کیا ہے

کہ ایک مرتبہ میں پاک نبی کریم ﷺ کے پاس گیا وہ چٹائی پر
نماز پڑھ رہے تھے"۔

حوالہ جات

① صحیح مسلم کتاب المساجد باب جواز الجماعت فی النافلہ والصلوۃ علی الحصیرو الخمرہ ج۱،ص۲۳۲،مترجم علامہ وحید الزمان،ص۱۹۳
② کتاب سنن بیہقی، جلد۲،ص۴۳۶
③ مسند امام احمد بن حنبل، ج ۳،ص۲۱۲
④ عمدہ القاری نے ج ۳،ص۳۱۸
⑤ فتح الباری، ج۱،ص۴۹۱
⑥ البخاری،ص۲۲۸،مترجم صحیح البخاری، جلد اول پارہ ۲، کتاب الصلوۃ مترجم علامہ وحید الزمان،ص۲۲۸
⑦ سنن النسائی مترجم، باب کتاب المساجد باب الصلوۃ علی الخمرۃ، جلد۱، ص۲۸۳، جلد۱، کتاب المساجد باب الصلوۃ علی الخمرۃ
⑧ سنن ابی داؤد مترجم علامہ وحید الزمان الحدیث، جلد۱، باب الصلوۃ علی الحصیر
⑨ سنن ابن ماجہ باب الصلوۃ علی الحصیر،ص۳۷۴،جلد۳،حدیث ۱۰۸۱
⑩ جامع الترمذی کتاب المساجد باب الصلوۃ علی الحصیر مترجم علامہ بدیع الزمان الحدیث جلد۱،ص۱۶۰
⑪ صحیح مسلم باب المساجد باب جواز جماعت فی النافلہ ولاصلوۃ علی حصیر وخمرہ وثوب۔ مترجم،ص۱۹۴،جلد۲
⑫ کتاب فتح الباری شرح صحیح البخاری امام ابن حجر العسقلانی جلد۱،ص۴۳۰ کتاب

الحیض باب ۳۲۳

⑬ سنن بیہقی، باب الصلوۃ الحصیر، جلد۲، ص۴۱۹

خلاصہ بحث

جائے نماز (مصلیٰ) ایک جانب سجدہ کی درستگی کا ہوتا ہے اور دوسری جانب نمازی کے راحت کا سبب ہے۔ جس کی بنا پر زمین کی سختی اور گرمی یا سردی سے محفوظ ہو جاتا ہے اور دوسری جانب زمین کی مشکوک نجاست سے شک دور ہو جاتا ہے۔ اس لحاظ سے مصلیٰ جو نباتات سے بنایا گیا ہو اس پر نماز درست ہوگی۔ البتہ حصیر کے طور پر دری، کارپٹ، قالین، وغیرہ میں ممانعت نہ ہوگی لیکن خمرہ (سجدہ گاہ) صرف اسی چیز کا استعمال ہوگا جو پاک پیغمبر نے کیا تھا۔

مکتبِ اہلِ بیتؑ میں احکامِ سجدہ

اسلام میں شدت نہیں ہے بلکہ آسانیاں پیدا کی گئیں ہیں۔ اس کا دارومدار انسان کی نیت دیکھی جاتی ہے اور اس کے ساتھ جیسے جیسے حالات ہوتے ہیں ویسے اللہ تعالیٰ نے انسان کو رعایت اور رخصت دے رکھی ہے تاکہ اس کے بندے کو کوئی پریشانی نہ ہو، اس لیے قرآن حکیم کو اللہ پاک نے ایک مرتبہ نازل نہیں کیا بلکہ اس کو ۲۳ سال سے زائد عرصہ پر محیط کیا، تاکہ جو بھی مسائل درپیش ہوں اس کے مطابق قرآن کریم کے حکم اور پاک نبی کریم ﷺ سے عملاً تفسیر ہو جائے۔

اس مقام سے ایک عابد کے لیے وہ احکام بیان کریں جس سے سجدہ کی وضاحت ہو جائے اور جہاں جہاں کوئی مشکلات واقعہ ہوں وہاں وقت کے عالم اور مجتہدین اس وقت کے تقاضوں کے مطابق اس کی وضاحت کریں، تاکہ مقلدین اور مکلفین کے لیے آسانیاں پیدا ہو جائیں۔ اب اس باب میں سجدہ صحیح ہونے کی ان احادیث کا انتخاب کیا گیا ہے جن کی بحث خمرہ اور حصیر میں ہو چکی ہے۔ جس کا تعلق مٹی یا نباتات سے ہے۔

حوالہ جات

(قال امام) کتب الشیعه. اب چند احادیث وسائل الشیعة تالیف الشیخ محمد بن الحسن الحرالعاملی

جلد۳، باب مایسجد علیہ ص۵۹۱ تا آخر مختلف احادیث

قال امام ① عن هشام بن الحكم انه قال لا بي عبدالله اخبرني عما يجوز السجود عليه و عما لايجوز قال السجود لا يجوز الا على الارض او على ما انبتت الارض الا ما اكل او لبس فقال له جعلت فداك ما العلة في ذلك ؟ قال لان السجود خضوع لله عزوجل فلا ينبغي ان يكون على ما يوكل و يلبس

حديث ② باسناد عن حماد بن عثمان عن ابي عبدالله انه قال السجود على ما انبتت الارض الا ما اكل او لبس

قال امام حديث ③ عن الاعمش عن جعفر بن محمد علیہ السلام قال لا يسجد الا على الارض او ما انبتت الارض الا الماكول والقطن و الكتان كذا احادیث نمبر ۵، ۶، ۹، ۱۱

"(مشترکہ ترجمہ) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھے گئے سوالات کے جوابات یہ تھے کہ کس چیز پر سجدہ درست ہے؟ امام نے فرمایا: زمین پر یا زمین سے اُگی ہوئی چیز پر جو نباتات ہے سجدہ کرنا صحیح ہے ماسوائے کھانے اور پہننے والی اشیاء اور کپاس پٹ سن پر، چونکہ اللہ تعالیٰ کی رضا خضوع و خشوع سجدہ میں ہے لہٰذا احتراماً ایسا نہیں کرنا چاہیے مگر ہر نباتات پر جیسے کھجور کی [حصیر] چٹائی اور بوریا پر نماز درست ہے"۔

قال امام ④ عن اسحاق بن الفضيل انه سال ابا

عبداللّٰہ عن السجدد علی الحصیر و البواری فقال لا باس و ان یسجد علی الارض احبّ الی. فان رسول اللّٰہ کان یحب ذلك ان یمکن جبھته من الارض فانا احب لك ما کان رسول اللّٰہ یحبه

"اسحاق بن فضیل نے ابی عبداللّٰہ [امام جعفر صادق علیہ السلام] سے حصیر اور بوریا پر سجدہ کے متعلق سوال کیا آپ نے جواب میں فرمایا: کوئی اعتراض نہیں لیکن اگر زمین پر سجدہ کیا جائے تو میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے کیونکہ اس کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پسند فرمایا تھا اور سجدے کے وقت پیشانی زمین پر رکھتے تھے، میں بھی اسی کو پسند کرتا ہوں جو [میرے جد امجد] پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لیے پسند فرماتے تھے"۔

قال امام (۵) عن ابی عبداللّٰہ قال سالته عن الرجل یصلی علی البسط و الشعر والطنافس قال لاتسجد علیه و ان قمت علیه و سجدت علی الارض فلا باس وان بسطت علیه الحصیر وسجدت علی الحصیر فلا باس

"حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس بچھونا جو بالوں اور فرش [کپڑا جو بالوں سے بنایا گیا ہو] پر سجدے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؑ نے جواب دیا اس پر سجدہ نہ کرو لیکن اگر اس پر کھڑے ہو اور زمین پر سجدہ کرو تو کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح اس پر چٹائی بچھاؤ اور اس پر سجدہ کرو تو بھی صحیح ہے"۔

قال امام ⑥ عن الحلبي قال ؛قال ابو عبدالله دعا ابي بالخمرة فابطات عليه فاخذ كفا من حصى فجعله على البساط ثم سجد

"شیخ جعفر بن الحسن علی باسناد خود حلبی سے روایت کرتے ہیں: میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا اور کہا: آیا کوئی بچھونے بالوں اور فرش پر نماز پڑھ سکتا ہے؟ فرمایا: ان پر سجدہ نہ کرو اور اگر ان پر کھڑے ہو کر سجدہ زمین پر کرو، تو پھر کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اگر ان پر چٹائی بچھا دو، اور اس پر سجدہ کرو تو کوئی مضائقہ نہیں"۔

حوالہ جات

① کتاب وسائل الشیعہ باب الصلاۃ ما یسجد علیہ جلد ۳، ص ۵۹۳، ۵۹۴

② فروع کافی جلد ۱، ص ۲۳۱-۲۳۲، باب ما یسجد علیہ وما یکرہ

③ تہذیب جلد ۱، ص ۲۲۳

④ من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۱، ص ۱۷۴، باب السجود علیه وما لا یسجود علیه حدیث نمبر ۸۲۳

⑤ الاستبصار، باب السجود علی شئی لیس علیه سائر البرله جلد ۱، ص ۳۳۵

چھت اور منبر لکڑی پر نماز پڑھنا

نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں مکان کی جو چھت تیار کی جاتی تھی اس پر شہتیر اور بالے لکڑی کے ہوتے تھے اور اس پر مٹی ڈالی جاتی تھی تاکہ بارش کے پانی سے محفوظ رہے۔ آج بھی ہمارے دیہات کے غریب لوگ اس طرح مکان تیار کرتے ہیں لہٰذا مکان کی چھت مٹی یا سیمنٹ سے تیار کی گئی ہو اس پر نماز اور سجدہ درست ہے۔ یہی بات سمجھانے کے لیے پاک نبی ﷺ دیگر جگہوں کا انتخاب کیا کرتے تھے تاکہ مسئلہ میں وسعت آئے اور اضطراری کیفیت پیدا نہ ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک منبر بھی تیار کیا گیا تھا جس پر کھڑے ہو کر بھی آپ نماز کی ادائیگی کیا کرتے تھے۔ اس کی مثال آج ہر گھر میں لکڑی کی جائے نمازیں موجود ہیں، جو پانی اور زمینی نمی سے محفوظ رکھنے کے لیے نماز کی ادائیگی میں آسانی کی خاطر ہوتی ہیں۔

(۱) صحیح البخاری : قال ابو عبداللہ ولم یر الحسن باساً ان یصلی علی الجمد والقناطیر وان جری تحتها بول او فوقها او امامها اذا کان بینهما سترة وصلی ابوهریرہ علی ظهر المسجد بصلاة امام . وصلی ابن عمر علی الثلج.

”امام بخاری نے کہا اور امام بصری نے جمے ہوئے پانی اور پلوں

پر نماز پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں دیکھی، گو ان کے نیچے پیشاب بہتا ہے یا ان کے اوپر یا سامنے بشرطیکہ نمازی اور اس بیچ میں کوئی آڑ [پردہ] ہو. ابوہریرہؓ نے مسجد کی چھت پر نماز پڑھی امام کی اقتداء کی نیت کر کے اور ابن عمر نے برف پر نماز پڑھی"۔[طول حدیث]

② سنن النسائي: قال حدثني ابوحازم بن دينار ان رجالا آتوا سهل بن سعد الساعدي وقد امتروا في المنبر مم عودة (طويل حديث) ثم رايت رسول الله رقي فصلى عليها وكبر وهو عليها ثم ركع و هو عليها ثم نزل القهقرى فسجد في اصل المنبر ثم عاد فلما فرغ اقبل على الناس فقال ياايها الناس انما صعنت هذا لتا تموا بها و لتعلموا صلوتي

"حضرت ابوحازم بن دینار سے روایت ہے کہ کچھ لوگ سھل بن سعد الساعدی کے پاس گئے۔ وہ بحث کر رہے تھے کہ منبر کس چیز سے بنایا گیا ہے؟ [طویل حدیث ہے مگر مطلوبہ متن درج کیا گیا ہے] پھر میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا۔ آپؐ اس پر چڑھے۔ آپؐ نے نماز پڑھی اور تکبیر کہی اور رکوع کیا اسی پر پھر اترے اُلٹے پاؤں پھر اور سجدہ کیا منبر کی اصل پر پھر جب سجدے سے فارغ ہوئے تو منبر پر چڑھ گئے جب نماز پڑھ چکے تو لوگوں کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! میں نے یہ کام اس لیے کیا تا کہ تم میری پیروی کرو اور میری نماز سیکھ لو"۔

③ صحیح البخاری: حدثنا علی بن عبداللّٰہ .....
سالوا سھل بن سعد من ای شیء المنبر فقال ما بقی فی اناس اعلم منی ھو من اھل الغابہ (طویل حدیث) قام علیہ رسول اللّٰہ حین عمل و وضع فاستقبل القبلۃ کبر و قام الناس خلفہ فقرا و رکع ورکع الناس خلفہ ثم رفع راسہ ثم رجع القھقری فسجد علی الارض ثم عاد الی المنبر ثم قراء ثم رکع ثم رفع راسہ ثم رجع القھقری حتی سجد بالارض فھذا شانہ

"لوگوں نے سہل بن سعد ساعدی صحابی سے پوچھا: آنحضرت ﷺ کا منبر کس چیز سے بنا تھا؟ سہل نے کہا: اب اس کا جاننے والا لوگوں میں مجھ سے زیادہ کوئی نہیں رہا، وہ غابہ کے جھاؤ سے بنا تھا [طویل حدیث] آپؐ اس پر کھڑے ہوئے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے آپ نے تکبیر کہی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے۔ آپ نے قرأت کی اور رکوع کیا اور لوگوں نے بھی آپ کے پیچھے رکوع کیا اور پھر سر اُٹھایا اور اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹے، پھر زمین پر سجدہ کیا پھر منبر پر چلے گئے۔ پھر آپ نے قرات اور رکوع کیا اور پھر سر اٹھایا اور پھر واپس پلٹے یہاں تک آپ نے زمین پر سجدہ کیا یہ نماز کی شان تھی"۔

ان احادیث کے مطابق پیغمبر اسلام ﷺ نے بذاتِ خود اور صحابہ کرام کو جو ترغیب دی اور نماز کا جائز ہونے کا طریقہ بتایا وہ یہ تھا کہ نماز چھت پر لکڑی اور زمین پر

پڑھی جاسکتی ہے۔ یہی مطلوب کلام ہے۔ ایک اور حدیث میں آنحضرت ﷺ قیام اور آرام کے جو بچھونا [بستر] استعمال کرتے تھے وہ گھاس، پتے، اور کھجور کی چھال وغیرہ سے بنا ہوا ہوتا تھا۔

[۱] کتاب صحیح البخاری مترجم علامہ وحید الزمان المحدیث جلد ا، ص ۲۴۷-۲۴۹، باب پارہ نمبر ۲، کتاب الصلاۃ باب الصلوۃ فی السطوح و المنبر و الخشب

[۲] سنن النسائی مترجم کتاب المساجد باب الصلوۃ علی المنبر، جلد ا، ص ۳۸۴،۳۸۳

الصلاۃ علی الفراش ''بچھونے پر نماز پڑھنا''

سونے کے لیے جو بستر یا روزمرہ بیٹھنے کے جو کھجور کی چھال سے فرش بنایا گیا تھا جو دن بھر بیٹھنے کے کام آتا تھا اور رات کے وقت بچھونا کا کام لیا جاتا تھا پاک نبی ﷺ اس پر نماز کی ادائیگی بھی کرتے تھے اور اس پر آرام بھی کرتے تھے۔ اس زمانے میں کھجور سے بنائی گئی جائے نماز اکثر گھروں میں دستیاب ہے۔ عرب میں بستر کے لیے روئی نایاب تھی اور لوگ درختوں کے چھالوں سے زیادہ استفادہ کرتے تھے۔ آج بھی قدرتی درختوں کے چھال سے بنائی گئی دری، صف اور اس طرح دیگر مصنوعات جو نماز کے لیے تیار کی جاتی ہیں ہر دو کام لیے جاتے ہیں۔ جیسے چاول اور گندم کے چھالوں سے استفادہ کیا جاتا ہے لیکن کھجور کے چھال سے قدیم زمانے سے بہت سے مصنوعات بناتے چلے آرہے ہیں۔ آج زمانے نے ترقی کی ہے اور نئے قسم کے درختوں نے جنم لیا ہے اور ان کے ریشوں سے جدید مصنوعات نے ترقی کرلی ہے۔ آج کوئی گھر ان سے بنائے مصنوعات سے خالی نہیں ہے، بلکہ مساجد کی زینت اس سے قائم ہو رہی ہے۔ اور گھروں میں چٹائیاں اور چارپایوں کی نوار اس قدرتی خام مال سے تیار ہوتی ہیں۔

ہماری بحث قدرتی نباتات سے ہے۔ اگر وہ ثابت ہے تو سنت ثابت ہے۔ اگر مشکوک ہے تو اس سے اصلاح کرنی ہے۔اور قدرتی زمین اور نباتات نہیں ہے جیسے لوہا سے عرشے بنائے گے ہوں تو پھر ہمیں مٹی اور نباتات سے سجدے کی حد تک استفادہ کرنا ہے تا کہ سنت طریقہ کے مطابق سجدہ کیا جا سکے۔

① البخاری: ان عائشه اخبرته ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم کان یصلی وهی بینه وبین القبله علی فراش اهله اعتراض الجنازة

② عروة: ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم کان یصلی و عائشة معترضة بینه وبین القبلة علی الفراش الذی ینامان علیه

”[ترجمہ مشترکہ] راویان حضرت عائشہؓ صدیقہ اور حضرت عروہؓ فرماتی ہیں۔ نبی آخرالزمان ﷺ اپنے بستر [بچھونا] پر بھی نماز پڑھا کرتے تھے۔ جہاں آپ رات کو آرام فرماتے تھے.. جبکہ حضرت عائشہؓ قبلہ کی آڑ میں سوئی ہوتی تھی“۔

③ جامع ترمذی: عن انس بن مالك یقول کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم یخالطنا حتی کان یقول لاخ لی صغیر یا عمیر ما فعل نغیر قال و نضح بسطالنا فصلی علیه

”انس بن مالک روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ خوش طبعی کرتے ہم سے یہاں تک فرماتے میرے بھائی سے اے ابا عمیر! کیا کیا صغیر نے کہا اور دھویا گیا بچھونا ہمارا پھر نماز پڑھی اسی پر“۔

[۱] کتاب بخاری پارہ نمبر۲، کتاب الصلاۃ مترجم علامہ وحید الزمان، ص ۲۳۹

[۲] جامع ترمذی باب الصلوۃ علی البساط، ص ۱۵۴، جلد ۲

یہاں تک ان احادیث کا ذکر ہوا ہے جہاں خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کی ادائگی کرتے تھے۔ اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی آپ کے ساتھ شریک نماز ہوتے اور عملاً وہی فعل صادر کرتے جو انہوں نے اللہ تعالٰی کے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا اور ان کے ساتھ شریک نماز رہے۔ اب اس مرحلہ میں چند مثالیں جان نثاران پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش کرتے ہیں۔ جان نثاران پیغمبرؐ اسلام کا شب و روز نماز پڑھنے کا عمل کیا تھا۔

باب ہشتم

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابہ کرام کو زمین پر سجدہ کرنے کا حکم دینا

خاک [مٹی] پر سجدہ کرنا

پاک نبی کریم ﷺ نے نماز کے لیے جس جگہ کا انتخاب کیا وہ زمین ہے۔ اس پر آپ خود بھی سجدہ فرمایا کرتے تھے اور صحابہ کرام کو حکم بھی کرتے تھے۔

نماز کا اعظم رکن سجدہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبودیت اور دعا کی قبولیت کے لیے خشوع وخضوع اور مغز عبادت ہے۔ جب اللہ کا بندہ اپنی نظر بلندی کے بجائے پستی کی جانب مبذول اور متوجہ کرتا ہے اور گڑگڑا کر آہ وبکا کے ذریعے سے سر سجدے میں رکھ کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو پکارتا ہے تو اس انتہائی پستی کو اللہ تعالیٰ کی ذات پسند فرماتی ہے لیکن یہ تمام عمل محبوب کی محبت کے ذریعے اور وسیلہ سے قائم ہونا چاہیے، اور وہ وسیلہ فقط محمد اور آل محمد علیہم السلام ہیں، لہذا اگر عبادت علم اور معرفت کے اسباب سے کی گئی ہے تو یقیناً وہ عمل اور عبادت اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوگی بشرطیکہ سجدہ نبی ﷺ کے مطابق کیا جائے. اور اب ہم اس نتیجہ پر پہنچ گئے ہیں کہ نماز کا سجدہ فقط زمین پر یا اس کے قائم مقام پر ہوگا۔

زمین کی تعریف

زمین سے مراد وہ بچھونا ہے جو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے لیے فرش قرار دیا ہے. لہذا اس پر اطلاق ان اشیاء پر ہوتا ہے جو زمین کی اوپر کی سطح پر خشک میٹریل جیسے مٹی، پتھر، ریت اور وہ ٹھوس مادہ اقسام مٹی سے ہو زمین ہی قرار پائے گی [عرفاً مخلوق خدا جہاں چلتی ہے] زمین کہلاتی ہے۔

نباتات

نباتات۔ وہ قدرتی درخت جس کو زمین اُگائے اور زمین کے قائم مقام قرار پائے جیسے [پتے، گھاس اور درخت کی چھال سے بنائی گئی جائے نماز [مصلّٰی] وغیرہ اور ہر اقسام درخت بشرطیکہ کھانے اور پہننے والی اشیاء سے نہ ہو [جیسے پھل، روئی اور مشروب وملبوسات وغیرہ شارح نے اس پر احتراماً ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے]

[نوٹ] ہر قسم کی نجاسات اس کی شکل ٹھوس میں سے ہو یا غیر ٹھوس اشیاء میں سے سجدہ صحیح نہیں ہوگا۔ اس طرح وہ حکمی چیز جس کو شارح نے خود نجس یا حرام قرار دیا ہے جیسے [سونا، چاندی اور لوہا وغیرہ پر اور نجس ہڈیاں ان سب پر سجدہ نہیں ہوگا، اور وہ جگہ جہاں سجدہ قرار نہیں پاتا جیسے پانی وغیرہ۔

اب ان احادیث کی جانب متوجہ ہوتے ہیں جو پیغمبر ﷺ صحابہ کرام کو سجدہ صحیح کرنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔

مٹی پر سجدہ [حکم نماز کے وقت پیشانی مٹی [زمین] پر رکھنا]

① کتاب کنزالعمال علامہ علی متقی: حضرت اُم سلمہؓ فرماتی ہیں کہ آپ نے فرمایا:

ترب وجهك لله

"اپنے چہرے کو خاک [مٹی] پر رکھو"۔

② عمدۃ القاری شرح البخاری، المصنف، کنزالعمال، عمدۃ القاری شرح البخاری

رای النبي صلى الله عليه وآله وسلم صهيبا يسجد كانه يتقي التراب فقال له النبي صلى الله عليه وآله وسلم ترب وجهك يا صهيب

"پیغمبر اکرم ﷺ نے دیکھا کہ [صحابی] حضرت صہیب سجدہ کرتے وقت مٹی سے پرہیز کر رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: اے صہیب اپنی جبین [ماتھا اور چہرہ] کو مٹی پر رکھو"۔

③ ارشاد الساری، عمدۃ القاری فی شرح البخاری، کنز العمال، اسد الغابہ

قال لمعاذ عفر وجهك فی التراب

"نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ [صحابی] سے فرمایا: اپنے چہرے کو خاک پر رکھو"۔

④ قال کنز العمال، اسد الغابہ، ترمذی، الاصابہ، عمدۃ القاری فی شرح البخاری

قال النبی صلی الله علیه وآله وسلم یا رباح ترّب

"امام الانبیاء نے حکم فرمایا: یا رباح [شخص سے] پیشانی کو مٹی پر رکھو"۔

⑤ جامع ترمذی، کنز العمال، الاصابہ، اسد الغابہ، تحفۃ الاحوذی

عن ام سلمه قالت رای رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم غلاماً كنا نقول له افلح اذا سجد نفخ فقال یا افلح ترّب وجهك

"حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے: ایک لڑکا افلح کو نبی کریمؐ نے دیکھا جب وہ نماز میں سجدہ کرتا تو وہ زمین کو پھونکتا۔ سو آپؐ نے فرمایا: اے افلح! تو اپنے چہرے کو مٹی سے خاک آلودہ ہونے دے"۔

⑥ قال سنن الکبری بیہقی، الہدایہ مع الدرایہ، اسد الغابہ، اصابہ

عن صالح بن حیوان ان رسول الله صلی الله علیه

وآله وسلم رای رجلا یسجد بجنبه وقد اعتم علی جبهته فحسر رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم عن جبهته

"پیغمبر ﷺ نے دیکھا کہ آپ کے قریب پہلو میں ایک شخص اس حال سے نماز میں مصروف ہے کہ اس کی پیشانی پر دستار بندھی ہوئی ہے۔ پاک نبی ﷺ نے اس کے عمامہ کو اس کی پیشانی سے ایک طرف ہٹا دیا"۔:

⑦ قال سنن بیهقی : رای رسول الله رجلا یسجد علی کور عمامته فاو ما بیده. ارفع عمامتك واوما الی جبهته

"سرکار ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ جو اپنے عمامے کے ایک حصّہ پر سجدہ کر رہا تھا۔ آپؐ نے اس کی پیشانی کی جانب اشارہ کر کے فرمایا: اپنے عمامہ کو اس سے دُور کرو"۔

⑧ کنز العمال، سنن الکبری بیہقی، سیر تنا

حضرت امیر المومنینؑ سے مروی ہے:

اذا کان احدکم یصلی فلیحسر العمامة عن وجهه

"حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے روایت مروی ہے کہ جب بھی تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنے عمامہ کو اپنے چہرے سے ایک طرف کر لے۔۔[تاکہ عمامہ ماتھے کی رکاوٹ نہ بنے]"۔

حوالہ جات

① کتاب کنز العمال، علامہ علی متقی جلد ۷، طبع حلب ص ۴۶۵، کتاب الصلاۃ
② عبدالرزاق کتاب [المصنف] جلد ۱، صفحہ ۳۹۲ میں خالد جہنی سے روایت نقل کی ہے۔
③ ارشاد الساری، جلد ۱، ص ۴۰۵، باب صلوۃ
④ اسد الغابہ
⑤ عمدۃ القاری، ص ۱۰۹، ۱۱۸، جلد ۴، جلد ۱، ص ۱۰۹، حدیث السفینہ قاہما
⑥ کنز العمال، علامہ علی متقی، جلد ۴، ص ۹۹، ۲۱۲ قدیم طباعت اور
⑦ الاصابہ جلد ۱، ص ۵۰۲، شمارہ ۲۵۶۲
⑧ اسد الغابہ، ج ۲، ص ۱۶۱، میں نقل ہے۔
⑨ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری جلد ۴، ص ۱۱۹ کتاب الصلوۃ باب کراھیۃ النفخ فی الصلوۃ جلد ۱، ص مترجم ۱۷۵
⑩ ارشاد الساری شرح صحیح البخاری، جلد ۱، ص ۳۰۵
⑪ اسد الغابہ، ج ۲، ص ۱۶۱
⑫ کتاب سنن الکبری، بیہقی، جلد ۲، ص ۱۰۵
⑬ الھدایہ مع الدرایہ، جلد ۱، ص ۱۰۹، کتاب الصلوۃ
⑭ سیر تنا، ص ۱۲۸
⑮ تیسر الباری شرح صحیح البخاری، باب الصلوۃ جلد ۱، ص ۲۷۵

مکتب اہلِ بیتؑ سے زمین پر سجدہ کرنا کی روایات

نماز کے لیے سات اعضاء سے سجدہ کیا جاتا ہے۔ ان میں چھے اعضاء کا جو ہاتھ گھٹنے، اور پاؤں ہیں ان کے بارے میں کہیں اس طرح ذکر نہیں ہے جس طرح پیشانی کو زمین پر رکھنے کا حکم ہے۔ اس کا فلسفہ یہ ہے کہ انسان کا تکبر اور غرور بھی اس میں ہے اور عجز اور انکساری بھی اسی میں ہے اور اس کی وجہ شاید اس لیے بھی ہے کہ انسان کا جو زندہ رہنے کا سسٹم ہے۔ خاص سر کے ساتھ گہرا تعلق ہے لہذا یہ وہ مشینری ہے جو انسان ہونے پر صادق آتی ہے دیگر بدن اس سر کے تابع ہے وہ اس لیے ہے کہ دیگر اعضائے جسمانی سے بھی اس کا گہرا تعلق ہے۔ جو بھی فیصلہ ہوتا ہے وہ دماغ سے ہوتا ہے۔ اس طرح تمام بدن کا بادشاہ انسان کا سر اور دماغ ہے۔

اللہ تعالٰی کی عبادت نماز اور سجدہ کے علاوہ بھی کی جاتی ہے۔ جو روزہ اور زکوٰۃ بھی ہے مگر اللہ تعالٰی کو جو چیز اپنے بندوں سے محبوب ہے وہ عجز و انکساری ہے وہ اس سے ہے کہ ایک بندہ تمام اکڑ اور گمراہی کو ترک کر کے اس کے لیے جھک جائے پھر اس کا جھک جانا اللہ تعالٰی کا بندے سے یہ عمل پسندیدہ ہے اور اس کے ہاں اس میں قبولیت ہے۔ انسان کوئی بھی عمل کرے جس میں سر پر عمامہ، ٹوپی یا دیگر کپڑا رکھے تو پھر بھی پیشانی خالی ہوتی ہے۔ شارح کے مطابق پیشانی کا اتنا حصہ ظاہر ہو جس پر وہ زمین یا سجدہ گاہ ہونا قرار پائے کافی ہے۔ البتہ اختیاری حالت میں پیشانی کا خالی ہونا اور

اضطراری صورت میں پیشانی پر کوئی چیز رکھ لینا سے سجدہ صحیح ہو جاتا ہے۔
حضرت شیخ صدوقؒ زرارہؓ سے روایت کرتے ہیں:
میں نے امامین علیہم السلام میں سے ایک امام کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک شخص سجدہ کرتا ہے مگر اس نے پگڑی یا ٹوپی پہنی ہوئی ہے۔
فرمایا: بالوں کے اُگنے سے لے کر ابروں تک اگر پیشانی کا کچھ حصہ زمین پر لگ جائے تو کافی ہے۔ اس پر مزید روایات پیش کی جاتی ہیں:

(روایت متن) ① قال امام: عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انه نهی ان یسجد المصلی علی ثوبه او علی کمه او علی کور عمامة.
''پیغمبر ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے نماز گزار کو آستین یا لباس یا اپنی دستار کے ایک حصہ پر سجدہ کرنے سے منع فرمایا ہے''۔

اب چند احادیث اس باب کے متعلق ہیں:
حدیث[۲] جو وسائل الشیعہ المصنف الشیخ محمد بن الحسن الحر العاملی نے کتب اربعہ فروع کافی، تہذیب اور الفقیہ سے نقل کی ہیں:

② وسائل الشیعہ، فروع کافی: قال امام. عن عبدالرحمان بن ابی عبداللہ قال سالت اباعبداللہ علیه سلام عن الرجل یسجد و علیه العمامة لا یصیب وجهه الارض قال لا یجزیه ذلك حتی تصل جبهته الی الارض
''عبدالرحمٰن بن عبداللہ سے روایت کی گئی ہے کی میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ ایک شخص اس طرح سجدہ کرتا

ہے کہ اس کی پیشانی پر پگڑی بندھی ہوئی ہے، جس کی وجہ سے اس کا چہرہ [پیشانی] زمین پر نہ لگے۔ اس وقت تک سجدہ صحیح نہیں ہے [جب تک اس کا چہرہ پیشانی زمین پر نہ لگے]"۔

③ من لایحضرہ الفقیہ، وسائل الشیعہ: قال امام۔ عن زرارۃ عن احدھما علیھما السلام انہ قال قلت لہ الرجل یسجد و علیہ قلنسوۃ أو عمامۃ فقال اذا مس شیء من جبھتہ الارض فیما بین حاجبیہ و قصاص شعرہ فقد اجزا عنہ۔

"حضرت شیخ صدوقؒ زرارہؓ سے روایت کرتے ہیں: میں نے امامین علیہم السلام میں سے ایک امام کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک شخص سجدہ کرتا ہے مگر اس نے پگڑی یا ٹوپی پہنی ہوئی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: بالوں کے اُگنے سے لے کر آبروں تک اگر پیشانی کا کچھ حصہ زمین پر لگ جائے تو کافی ہے"۔ اس موضوع پر روایات کثیرہ ہیں لیکن مطلب یکساں ہے۔

حوالہ جات

① شیعہ کتاب بحار الانوار، ج ۸۵، ص ۱۵۶، دعائم الاسلام سے نقل کرتے ہیں۔

② وسائل، جلد ۳، ص ۶۰۵ تا ۶۰۶، باب ما یسجد علیہ۔ کے [۱۴]

③ من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۱، ص ۱۷۶، باب ما یسجد علیہ وما لا یسجد علیہ

④ فروع کافی کتاب صلاۃ باب وضع الجبھۃ علی الارض، جلد ۳، ص ۳۳۳

باب نہم

صحابہ کرامؓ اور اہلِ بیتؑ اطہار کا زمین پر سجدہ

صحابہ کرامؓ اسلام کے عینی اور مشاہداتی گواہ ہیں جو آپ ﷺ کے ساتھ ہر موقعہ پر موجود رہے اور آپؐ کے ساتھ ہر مقام پر نمازیں ادا کرتے رہے۔ اور یہ سلسلہ نماز تک محدود نہ تھا بلکہ زندگی کے تمام شعبہ جات پر محیط تھا، جو سماجیات سے لے کر سیاسات تک اس میں شامل تھے، جو ایک مکمل تحریک تھی۔

جب ایک اسلامی ریاست کی بنیاد پڑی تو یہ سلسلہ فقط مدینہ منورہ تک محدود نہیں تھا بلکہ وہ شب و روز سفر اور حضر میں شریکِ سفر اور امام الانبیاء ﷺ کے ساتھ ہر عبادت میں شامل تھے۔ اس طرح ان سے بڑھ کر کون اس نماز کے ہر پہلو سے زیادہ باخبر ہوگا جو شخص پاک نبی کریم ﷺ کا نماز شب تک ساتھی بھی رہا ہو اس سے کیا چیز پوشیدہ رہتی ہے، لہٰذا صحابہ کرام کا شراکت نشست کا تسلسل ایسا تھا جو آپ نبی کریم ﷺ سے شب و روز زیادہ تھا۔

البتہ بعض احباب جو آپ کے وصال سے چند عرصہ قبل دار السلام میں شامل ہوئے تھے یا وہ مستقبل کی نسل جو ہنوز نابالغ تھی انہیں دین کی مکمل آشنائی نہ ہونے کی وجہ سے ناسخ اور منسوخ تک نہ پہنچ پانے سے ممکن حد تک رسائی نہ تھی تو بیان کرنے میں تقدم اور تاخر کا امکان تھا۔ جس کی وجہ سے بعض روایات کے ناسخ اور منسوخ کو نہیں دیکھا گیا لہٰذا مجتہدین کے فتاویٰ میں اختلاف رائے نظر آتا ہے۔

یہ کوئی عجیب اور نئی بات نہیں ہے جس پر حیرت کا اظہار کیا جائے بلکہ ہر زمانے کے مجتہد کی شان یہ ہے کہ وقت کے تقاضوں کے مطابق فتویٰ صادر کیا جائے تاکہ مستقبل اور زمینی حقائق کے مطابق مسائل کا حل ہوتا جاری رہے۔ اس لیے کسی مفکر کا

قول ہے کہ اجتہاد زندہ قوموں کی پہچان ہے۔ اسی قوم کو ترقی یافتہ کہا جاسکتا ہے جو ہر مسئلہ کا حل پیش کر سکے۔ لہٰذا صحابہ کرام کی خدمات اور قربانیاں قابل قدر ہیں۔ جن کے ثمرات سے دین کی مکمل صورت محفوظ رہی ہے۔ یہ ان کی گراں قدر خدمات کے صلے میں ہے لہٰذا انھوں کی کاوشوں کو تحریر کرتے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا سجدہ

① سنن [بیہقی] جلد [۲] ص [۱۰۵] کنز العمال:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کریم سے مروی ہے:

اذا کان احدکم یصلی فلیحسر العمامة عن جبهته.

"آپ فرماتے ہیں کہ جب بھی تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اپنے عمامہ کو پیشانی سے ایک جانب ہٹالینا چاہیے"۔

حضرت عبداللہ بن عباس کا سجدہ

② مستدرک حاکم، سنن بیہقی، مشکوٰۃ المصابیح (رواہ الطبرانی فی الکبیر، الاسط،) مجمع الزائد:

من لم یلوق انفه مع جبهته الارض اذا سجد لم تجز صلاته

"حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: سجدہ کرتے وقت اپنی پیشانی اور ناک کو زمین کے ساتھ نہ لگانے والوں کی نماز ناکافی اور غیر پسندیدہ ہے"۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا سجدہ

③ سنن بیہقی، الطبقات الکبری، المصنف عبدالرزاق: حضرت نافع فرماتے ہیں:

ان ابن عمر کان اذا سجد وعلیہ العمامة یرفعها حتی
یضع جبهته بالارض

"عبداللہ بن عمرؓ سجدہ کرتے وقت اپنی دستار کو اُتار لیتے تھے تا کہ
پیشانی کو زمین پر رکھ سکیں"۔

مسروق بن اجدع کا سجدہ

④ طبقات ابن سعد، المصنف عبدالرزاق، سیر تنا:

کان مسروق اذا خرج یخرج بلبنة یسجد علیها فی السفینة

"حضرت مسروق بن اجدع دورانِ سفر اپنے پاس ایک اینٹ رکھا
کرتے تھے، تا کہ کشتی میں اسے سجدہ کے لیے استعمال کریں [مٹی
اور اقسام مٹی پر نماز پڑھنا ہر شئی سے زیادہ فضیلت ہے]"۔

حضرت ابوبکرؓ کا سجدہ

⑤ کنز العمال، المصنف، سنن الکبری للبیہقی:

حضرت ابی امیہ کہتے ہیں:

ان ابابکر کان یسجد او یصلیّ علی الارض

"حضرت ابوبکرؓ زمین پر سجدہ کیا کرتے تھے یا نماز پڑھتے تھے"۔

عبداللہ بن مسعودؓ کا سجدہ

⑥ المصنف، مجمع الزوائد، الطبرانی فی الکبیر:

ان ابن مسعود لا یسجد او قال لا یصلی الا علی الارض

"حضرت عبداللہ مسعودؓ زمین کے علاوہ کسی چیز پر بھی سجدہ نہیں

کرتے تھے"۔

عبادہ بن ثابت کا سجدہ

⑦ حضرت عبادہ بن ثابت کا عمل پیشانی خالی کر کے نماز پڑھتے تھے (سنن بیہقی:

- عربی عبادت انه كان اذا قام الى الصلاة حسر العمامة عن جبهته
  "حضرت عبادہ بن ثابت جب بھی نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو عمامہ کو اپنی پیشانی سے ہٹا لیتے"۔

ان چند مثالوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سجدے کے متعلق روایات کثرت سے کتب فریقین میں آئی ہیں۔ سردار الانبیاء ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے زمین پر سجدہ کرنا قبولیت کے اقرب ہے۔ چونکہ اس میں اطاعت اور اتباع کا معیار وہی ہے جس کی بنیاد خود پیغمبر اسلام ﷺ نے رکھی تھی۔

حوالہ جات

[۱] سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۲، ص ۱۰۵، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵۔ کتاب الصلاۃ باب الکشف عن السجدہ فی السجود
[۲] حاکم نیشاپوری مستدرک ج ۱، ص ۱۰۲، ۱۰۴، ۲۷۰
[۳] کتاب الطبقات الکبریٰ جلد ۶، ص ۷۹، طبع بیروت
[۴] کتاب المصنف ج ۱، ص ۳۹۷ پر کتاب المصنف جلد ۱، ص ۳۶۷، ۳۹۷،
[۵] مجمع الزوائد، ج ۲، ص ۵۷
[۶] مشکوٰۃ المصابیح، باب السجود جلد ۳، ص ۳۱۸
[۷] کنز العمال، جلد ۸، ص ۲۱۷

باب دھم

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور اطاعت فرض ہے

پیغمبر اسلام ﷺ کی اطاعت اور اتباع کی فرضیت تو آغاز کتاب میں بیان کی گئی ہے۔ تکمیل دین کا دوسرا نام امام الانبیا ﷺ کا عمل ہے، جو وہ کریں وہی دین ہے۔ لہٰذا اس میں کسی قیاس کی ضرورت نہیں، اس لیے اس مقام پر سجدہ صحیح وہی قرار پائے گا جو امام المرسلین علیہ السلام کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی اپنی رائے قائم کرتا ہے تو اس کی عبادت کا خدا حافظ ہے۔ اس کو پھر جہالت یا بغاوت ہی کہا جا سکتا ہے۔ جس کی مزید تفصیل یہاں زیر بحث نہیں ہے۔ اب اتباع پیغمبر ﷺ کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

[۱] نماز ظہر کے اول وقت کی ادائیگی کو گرمی کی شدت کے باوجود اس عذر کو قبول نہیں کیا جبکہ صحابہ کرام نے اس عذر کو پیش کیا اور کہا یا رسولؐ اللہ! سخت اور شدت سے گرمی ہے لہٰذا ظہر کی نماز کو ٹھنڈک تک موخر کرنے کی اجازت فرمائی جائے؟ پاک پیغمبر ﷺ نے اس عذر کو قبول نہیں فرمایا اور حکم دیا کہ نماز ظہر کی ادائیگی اول وقت میں کی جائے۔ شاید اس کی وجہ اول وقت کی فضیلت اور اہمیت بیان فرمائی ہو، یا سردی اور گرمی کی نشان دہی کر رہے تھے۔ اور وقت کی ترجیحات کا تعین تھا۔ ایک جانب امر تھا۔ دوسری جانب مجبوری تھی لہٰذا اصحابہ کرام نے پیشانی کو محفوظ رکھنے کے لیے کبھی عمامہ کا ایک جانب کر کے ٹھنڈی کنکریاں ہاتھوں میں لیے سجدہ کے لیے پیشانی کے نیچے رکھتے تھے۔ اس مشکل وقت میں صحابہ نے خود حل نکالا کہ سجدہ کے لیے ٹھنڈی کنکریوں کا استعمال کیا تا کہ پیشانی بھی محفوظ رہے۔ اور اتباع بھی لازم رہے۔

① صحیح مسلم ، سنن ابن ماجه: عن جابر بن سمرة قال کان النبی صلی الله علیه وآله وسلم صلی الظهر اذا دحضت الشمس

"حضرت جابر بن سمرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ آفتاب ڈھل جانے کے بعد ظہر کی نماز پڑھاتے تھے"۔

② صحیح مسلم ،سنن ابن ماجه : عن سعید بن وهب عن خباب قال شکونا الی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم الصلاة فی الر مضاء فلم یشکنا

"حضرت خبابؓ بیان کرتے ہیں: ہم نے رسولؐ اللہ سے گرمی میں نماز کی شکایت کی مگر آپؐ نے اس شکایت کو دور نہیں فرمایا"۔

③ صحیح مسلم ،سنن النسائی: عن خباب قال اتینا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فشکونا الیه حرّ الرمضاء فلم یشکنا قال زهیر قلت لابی اسحق آ فی الظهر قال نعم قلت آفی تعجیلها قال نعم

حضرت خبابؓ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گرمی کی شدت کی شکایت کی۔ آپؐ نے اس شکایت کو دور نہیں فرمایا۔ زہیر کہتے ہیں: میں نے ابی اسحٰق سے کہا: ظہر کے بارے میں کہا؟ ہاں، میں نے کہا: ظہر کو جلدی پڑھنے کے لیے کہا تھا؟ کہا: ہاں۔

④ مسند احمد بن حنبل ، ، سنن ابن ماجه،مسند احمد بن حنبل، سنن بیهقی: .عن عبدالله بن

مسعود قال شکونا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ......الرمضاء فلم یشکنا

''حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے گرمی میں نماز کی شکایت کی مگر آپ نے اس شکایت کو دور نہیں فرمایا''۔

⑤ صحیح مسلم ، سنن بیہقی، الھدایہ مع الدرایہ: عن انس ابن مالک قال کنا نصلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی شدۃ الحر فاذا الم یسیطع احدنا ان یمکن جبھہ من الارض بسط ثوبہ فسجد علیہ

''حضرت انسؓ بن مالکؓ بیان کرتے ہیں: ہم سخت دھوپ میں رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے۔ اگر ہم سے کسی شخص کے لیے اپنی پیشانی کو زمین (سجدہ گاہ) پر رکھنا دشوار ہوتا تو وہ اپنا کپڑا بچھا لیتا''۔

⑥ صحیح البخاری : قال حدثنی غالب القطانعن بکر بن عبداللہ عن انس بن مالک قال کنا نصلی مع النبی ﷺ فیضع احدنا طرف الثوب من شدۃ الحر فی مکان السجود

''حضرت انسؓ بن مالک انھوں نے کہا: ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے، پھر سخت گرمی کی وجہ سے کوئی ہم میں سے کپڑے کا کنارہ سجدے کی جگہ رکھ لیتا تھا''۔

⑦ صحیح البخاری : قال الحسن . کان القوم یسجدون علی العمامة والقلنسوة ویداہ فی کمه

''امام حسن بصری نے کہا: صحابہ عمامہ اور ٹوپی پر سجدہ کرتے اور ان کے دونوں ہاتھ آستین میں ہوتے''۔

⑧ سنن النسائی،صحیح البخاری ، صحیح مسلم : قال انس. کنا اذا صلینا خلف رسول اللّٰہ بالظھائر فسجدنا علی ثیابنا اتقاء الحر (اور) کنا نصلی مع النبی فی شدة الحر فاذا لم یستطیع احدنا ان یمکن جبھته من الارض بسط ثوبه فسجدہ علیه

''حضرت انسؓ فرماتے ہیں جب کبھی بھی ہم رسول اللّٰہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے اور ناقابلِ برداشت گرمی ہوتی تو اس گرمی سے محفوظ رہنے کی خاطر اپنے لباسوں پر سجدہ کرتے تھے''۔

⑨ صحیح مسلم ، صحیح بخاری، سنن بیہقی: کنا اذا صلینا مع النبی صلی الله علیه وآله وسلم فلم یستطیع احدنا ان یمکن جبھته من الارض من شدة الحر طرح ثوبه سجد علیه

''جب ہم پیغمبر ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تو اگر ہم میں سے کوئی گرمی کی شدت کی بنا پر پیشانی کو زمین پر نہ رکھ پاتا تو اپنے لباس کو پھیلا لیتا اور اس پر سجدہ کرتا''۔

کذا کتاب سیرتنا وسنتنا، ص ۱۳۱، اس طرح ایک اور حدیث میں بھی اضطراری صورت۔

خلاصہ احادیث

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی فرضیت اور فضیلت تو اول وقت کے ساتھ منطبق ہے اور ادائیگی نماز کا وقت وسیع ہے۔ اس پر آنحضرت ﷺ زور دے رہے تھے کہ نماز اول وقت ہی میں پڑھی جائے البتہ مجبور اور مشکل وقت میں گنجائش موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے جو سہولت دے رکھی ہے جسے حالت اضطرار کہا جاتا ہے اس سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن قانون شریعت میں تبدیلی نہیں ہوگی۔

[مجبوری کی کیفیت میں قانون کے اندر نرمی اور گنجائش موجود ہے مگر قانون کی تبدیلی نہیں۔ یہی شریعت کی تشریح اور منشاء ہے۔

حوالہ جات

① صحیح البخاری، ص[......] ج۱، عربی، کتاب الصلاۃ ۳]

② مسلم بن حجاج، کتاب مسلم جلد۱، ص ۲۲۵

③ سیر تنا دستینا، ص ۱۳۱

④ کتاب شرح صحیح مسلم مترجم غلام رسول سعیدی ص ۲۳۲ جلد۲، کتاب المساجد باب استبباب تقدیم الظهر فی اول الوقت فی غیر شدۃ الحر

⑤ سنن النسائی

⑥ سنن بیہقی، باب بسط ثوبا یسجد علیہ ص ۳۰۶، ۳۰۹، جلد۲

⑦ الھدایہ مع الدرایۃ، جلد۱، ص ۱۰۹

مجتہدین آئمہ اربعہ کی سجدہ پر آراء

کتاب بدائع الصنائع کتاب الصلوۃ، جلد ا، صفحہ مترجم ۳۷۰

رکن سوم سجدہ: کیونکہ ان میں سے ہر ایک میں رکن کی تعریف اور علامت پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

یاایہا الذین امنوا ارکعوا واسجدوا

"اے ایمان والو! رکوع کرتے اور سجدہ کرتے رہا کرو"۔

فریضہ رکوع کی مقررہ شرعی مقدار جھکنا اور نیچے کی جانب مائل ہونا ہے جبکہ فریضہ سجدہ کہ مقدار پیشانی زمین پر ٹکانا ہے اور ان پر طمانیت پیدا کرنا، امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک فرض نہیں ہے، جب کہ ابو یوسفؒ کے ہاں یہ فرض ہے۔ یہی امام شافعیؒ کا بھی مسلک ہے۔ اس مسئلے کا اصل عنوان تعدیل ارکان ہے کہ وہ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک فرض نہیں لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فرض ہے۔ ہم اس مسئلے کی تفصیل نماز کے واجبات وسنن کے ضمن میں بیان کریں گے (ان شاء اللہ تعالیٰ)۔

مقام فریضہ سجود

مقام فریضہ سجود کے متعلق اختلاف ہے۔ ہمارے تین امام ائمہ کرام فرماتے ہیں کہ چہرے کے کچھ حصے کا زمین پر رکھنا فرض ادا کرنے کے لیے کافی ہے۔ امام زفر اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جسم کے سات اعضاء یعنی چہرہ، دونوں ہاتھوں، دونوں گھٹنوں

اور دونوں قدموں کے ساتھ سجدہ کرنا ضروری ہے۔ ان کا استدلال اُس حدیث نبوی سے ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں: مجھے حکم ملا ہے کہ میں ہڈیوں اور دوسری روایت کے مطابق سات جوڑوں پر سجدہ کروں یعنی چہرے، دونوں ہاتھوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر۔ ہمارا استدلال یہ ہے کہ قرآن مجید میں کسی عضو کی تخصیص کے بغیر مطلق سجدہ کا ذکر آتا ہے۔ پھر چونکہ چہرے کے کچھ حصے کے تعین پر اجماع ہو چکا ہے۔ لہٰذا کسی عضو کے تعین کا کوئی جواز نہیں۔ قرآن مجید کے مطلق حکم پر خبر واحد کے ساتھ اضافہ کرنا اُصول فقہ کی رُو سے درست نہیں۔ بنابریں ہم اُسے مسنون عمل پر محمول کرتے ہیں تاکہ دونوں نصوص پر عمل ہو سکے۔

ہمارے تین ائمہ کے مابین چہرے کے کچھ حصوں کے تعین میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس سے مراد بغیر کسی تعین کے پیشانی یا ناک ہے چنانچہ اگر کسی نے حالت اختیار میں دونوں میں سے کسی ایک کو زمین پر رکھ دیا تو سجدے کے لیے کافی ہوگا۔ البتہ اگر اس میں اکیلی پیشانی کو رکھا تو بغیر کراہت کے اور محض ناک کو رکھا تو کراہت کے ساتھ نماز جائز ہوگی۔ جبکہ ابویوسفؒ و محمدؒ کے نزدیک اس سے مراد تعین کے ساتھ پیشانی ہے، چنانچہ اگر کوئی شخص بلا کسی عذر کے اس پر سجدہ نہ کرے تو اس کا سجدہ جائز نہ ہوگا۔ البتہ ان تینوں آئمہ کا اس پر کوئی اختلاف نہیں کہ عام حالات میں ان دونوں پر سجدہ کرنا مستحب ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

مکن جبھتک وانف علی الارض

''اپنی پیشانی اور ناک کو اچھی طرح زمین پر لگا دے''۔

آنحضرت ﷺ نے ان دونوں کو بیک وقت زمین پر رکھنے کا حکم دیا لیکن اگر وہ ان دونوں میں سے محض پیشانی کو رکھے گا تو اس کے سجدے کا اعتبار کیا جائے گا چونکہ

اس بارے میں پیشانی ہی اصل ہے اور ناک ان کے تابع ہے اور جب اصل پایا جائے تو تابع کی عدم موجودگی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ علاوہ ازیں وہ ان دونوں میں اکثر کا حصہ ہے اور شے کا اکثر حصہ کل شے کے حکم پر ہوتا ہے۔

باب یازدہم

اضطراری حالت میں سجدہ

اضطراری حالت میں سجدہ (زمین، نباتات) کے علاوہ اجازت اور رخصت تھی مگر قانون دوام نہیں تھا۔

سابقہ ابواب میں اختیاری صورت پر بحث کی گئی ہے۔ اوراب اس باب میں اضطراری صورت کو بیان کرنا ہے۔ جس پر بعض صورتوں میں اس کو اختیار کرنے کی رخصت دی گئی ہے۔ یہ رخصت اس وقت تک قائم ہے جب تک اضطرار موجود ہے۔ اور عمل شرط کے ساتھ مشروط ہے، جب تک کیفیت اور شرط باقی ہے اس وقت تک رعایت اور رخصت باقی ہے۔

اب اس باب میں ایک مضطر کے لیے احکام بیان کیے جاتے ہیں۔ اور اس موضوع پر سیر حاصل بحث کرنا ضروری ہے۔ اس پر قرآن حکیم نے جو رہنمائی فرمائی ہے اور اُصول بیان کیے ہیں، اس کے مطابق عمل کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں مقام اور قانون کی وضاحت کر دی ہے اور سرکار نبی ﷺ نے اس پر عمل کر کے مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ گویا ان کی رحلت کے بعد قانون سازی کا مرحلہ مکمل ہو چکا ہے اور قانون حتمی صورت میں تکمیل پا گیا ہے۔ وحی الٰہی کا منقطع ہو جانا اور سرکار ختمی المرتبت کے اٹھ جانے سے جہاں کسی عمل کو مکمل یا ترک کیا تھا وہ قانون حتماً قرار پایا تھا۔ اس میں زیر و زبر کا اضافہ ممکن نہیں البتہ قانون کی منشاء اور حالات کے مطابق اطلاق کرنا فقہاء اور مجتہدین کا کام ہے۔

اضطرار (مجبوری) کیا ہے؟ وہ عمل جس کا کرنا ضروری ہے اور اس کرنے میں

رکاوٹ پیدا ہو جائے تو نوعیت کی تبدیلی کے سوائے چارہ نہ رہے تو ایسی حالت کو اضطرار کہتے ہیں اور اس وقت ایسا عمل جہاں شارح تبدیلی کا حکم دے یا اجازت دے تو جائز ہوتا ہے۔ جیسے شدت بھوک کے وقت جب جان کے جانے کا خطرہ ہو تو روزہ توڑنے کی اجازت، اور شدت بھوک ہو جہاں انسان کی زندگی میں بے یقینی پیدہ ہو جائے تو حلال شے کی عدم موجودگی میں حرام چیزوں کا کھالینا کی اجازت اس طرح اگر جان اور مال کے ضائع ہونے کا خطرہ پیدہ ہو جائے وہاں خلاف واقعہ بات بیان کرنا اجازت و رخصت جس سے خطرہ ٹل جائے تو اس تمام مقام پر حلال سے حرام عمل کرنا شارح کے قول اور اجازت کے مطابق شرائط کے ساتھ جائز ہو جاتا ہے۔ جس کی اکثر مثالیں اور تفصیل قرآن حکیم نے خود دی ہیں۔ اور قانون کی تشریح کی ہے۔

قرآن مجید کے سورہ البقرہ کی آیت نمبر[۱۷۳] إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ کذا آیت سورہ المائدہ[۳] "اس نے تم پر یہی حرام کیا ہے مُردہ جانور اور دم اور گوشت سور کا اور جس جانور پر نام پکارا جائے اللہ کے سوا کسی اور کا پھر جو کوئی بے اختیار ہو جائے نہ تو نافرمانی کرے، اور نہ زیادتی تو اس پر کچھ گناہ نہیں، بے شک اللہ ہی بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے (مترجم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان، تفسیر معارف القرآن)

اضطرار و مجبوری کے احکام

① مفتی محمد شفیع اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں آیت مذکور میں چار چیزیں کو حرام قرار دینے کے بعد ایک حکم استثنائی مذکور ہے۔

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ

اس حکم میں اتنی آسانی کردی گئی کہ جو شخص بھوک سے بہت بیتاب ہو جائے۔ بشرطیکہ کھانے میں طالب لذت نہ ہو اور قدر ضرورت سے تجاوز کرنے والا نہ ہو تو اس حالت میں ان حرام چیزوں کو کھالینے سے بھی اس شخص کو کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا غفور و رحیم ہے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں: مضطر شرعی اصطلاح میں اس کو کہا جاتا ہے جس کی جان خطرہ میں ہو۔" آگے چل کر لکھتے ہیں: لا اثم علیہ کا اضافہ فرما کر اس نکتہ کی طرف اشارہ کردیا کہ حرام تو اپنی جگہ حرام ہی ہے اور اس کا استعمال گناہ ہے۔ مگر مضطر سے گناہ معاف کردیا گیا ہے (تفسیر معارف القرآن آیت ۱۷۳، سورۃ بقرہ، جلد ۱)

(۲) ضیاء القرآن، جلد اول، ص ۱۱۶، مفسر پیر محمد کرم شاہ الازہری اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص مجبور ہو جائے اس کی زندگی خطرے میں پڑ جائے تو ان حرام چیزوں سے بقدرے ضرورت استعمال کر سکتا ہے۔ اس مسئلہ سے ایک انسان آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ قانون امن اور سکون کی حالت متحرک ہوتا ہے اگر امن ختم ہو جائے اور اس کی جگہ طویل سفر اور خوف آجائے تو ہر حرام بقدر ضرورت حلال ہو جاتا ہے۔ اگر خوف جیسی کیفیت ختم ہو جائے تو اضطراری حالت امن میں بدل جائے تو قانون اپنی جگہ حرکت میں آجائے گا۔ دوسری مثال جو دی جاتی ہے وہ بھی قرآن کریم سے رہنمائی لی جاتی ہے۔ وہ سورہ مبارکہ النساء اور سورہ المائدہ سے آیت تیمم سے استفادہ کیا جاتا ہے۔

(۳) تفسیر مظہری، مترجم جلد ۱، ص ۲۱۷، البقرہ۔ ابو جعفر نے فمن اضطر کی طاء کو نون کے کسرہ کی وجہ سے مکسور پڑھا ہے۔ حاصل آیت یہ ہے کہ جس کو بھوک کی شدت یا کسی زبردستی کرنے سے چار ناچار مُردار یا خون یا سور کا گوشت کھانے پڑے اس کے لیے کھانا ان چیزوں کا حلال ہے اور یہ مسئلہ متفق علیہ ہے۔

④ تفسیر تفہیم القرآن مولانا مودودی، ص ۱۳۵، اس آیت میں حرام چیز کے استعمال کرنے کی اجازت تین شرطوں کے ساتھ دی گئی ہے:

﴿۱﴾ ایک یہ کہ واقعی مجبوری کی حالت میں ہو مثلاً بھوک یا پیاس سے جان پر بن گئی ہو یا بیماری کی وجہ سے جان کا خطرہ ہو اور اس حالت میں حرام چیز کے سوا اور کوئی چیز میسر نہ ہو۔

﴿۲﴾ دوسرے یہ کہ خدا کے قانون کو توڑنے کی خواہش دل میں موجود نہ ہو۔

﴿۳﴾ تیسرے یہ کہ ضرورت کی حد سے تجاوز نہ کیا جائے مثلاً حرام چیز کے چند لقمے یا چند قطرے یا چند گھونٹ اگر جان بچا سکتے ہوں تو ان سے زیادہ اس کا استعمال نہ ہونے پائے۔

⑤ تفسیر فیضان الرحمٰن علامہ محمد حسین نجفی، جلد ۱، ص (۲۵۹)، جہاں تک امر سوم کا تعلق ہے۔ تو بموجب لیس شیء مما حرمه الله الا وقد احله لمن اضطر اليه، یعنی خدا نے جو چیزیں حرام قرار دی ہیں اسے ضرورت کے وقت حلال قرار دیا ہے۔

اسی ضابطہ کی بنا پر خدائے رحیم ان چار چیزوں کی حرمت بیان کرنے کے بعد فرماتا ہے: جو مضطر اور مجبور اور ناچار ہو جائے یعنی بھوک کی شدت سے جان بلب ہو جائے اور کھانے کی کوئی چیز دستیاب نہ ہو یا کوئی ظالم اور جابر اسے ان چیزوں کے کھانے پر اس طرح مجبور کرے کہ بصورت دیگر جان سے مار دینے سے دھمکی دے تو دو شرطوں کے ساتھ ان چیزوں کا کھانا حلال ہے۔ جو بنا پر مشہور یہ ہیں۔

﴿۱﴾ ایک یہ کہ وہ شخص باغی یعنی اس کھانے کا خواہش مند نہ ہو بلکہ مجبوراً کھائے۔

﴿۲﴾ دوسرے یہ کہ عادی نہ ہو یعنی ضرورت سے زیادہ نہ کھائے بلکہ صرف اتنا کھائے کہ جس سے جان بچ جائے۔

مگر بعض روایات، جو حضرت امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہیں۔ ان سے باغی اور عادی کا اور مفہوم ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ باغی وہ ہے جو امام برحق پر خروج کرے اور عادی وہ ہے جو چوری اور راہزنی کرتا ہو۔

فقہائے اہل سنت کے اضطرار پر نظریات

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (سورۃ بقرہ:۱۷۳)

''بے شک اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے''۔

جو کچھ مجبوری کی حالت میں کھا لیا اللہ تعالیٰ اسے بخشنے والا ہے اور ان اشیاء کے کھانے کی اجازت دے دی اس لیے رحم کرنے والا ہے۔ یہ آیت اس پر دال ہے کہ مضطر اگر مُردار کھائے اور مر جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کیونکہ مجبوری اور ناچاری میں اللہ تعالیٰ نے اجازت دی اور مباح فرما دیا ہے۔ واجب نہیں فرمایا۔ امام شافعی کا بھی مذہب ہے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں: اگر مر جائے گا اور نہ کھائے گا تو گناہ گار ہوگا اس لیے کھانا واجب ہے۔

اور دلیل اس کی یہ آیت ہے [وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ] ''یعنی جو کچھ تم پر حرام کیا گیا ہے اس کو خوب بیان کر دیا ہے مگر جس وقت مجبور ہو جاؤ'' اس کی جانب اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حرام چیزوں سے ناچاری اور مجبوری کی حالت کی شے کو استثناء شدہ چیز مباح ثابت ہوئی ہے۔ یہ مسلّم ہے اگر ہلاکت کا خوف ہو تو مباح چیز کا کھانا واجب ہو جاتا ہے، اس لیے میتہ وغیرہ کا اضطرار کے وقت کھانا واجب ہے۔ رہی یہ بات کہ اس کو رخصت کیوں کہتے ہیں تو یہ اطلاق مجاز ہے ورنہ واقع میں وہ واجب ہے۔ (تفسیر مظہری، جلد ۱، ص ۲۷۲)

عمار بن یاسرؓ کا اضطراری حالت میں کلمہ کفر کہنا

عمار بن یاسر بلند رتبہ کے صحابی تھے۔ ایک مرتبہ مشرکین نے کلمہ حق کہنے پر اس کے والد اور والدہ کو شہید کر دیا۔ آپ پر بھی شدید ظلم کیا لیکن ایک دفعہ شدت ظلم کی بنا پر آپ نے وہ کلمہ کفر جو وہ نہیں چاہتے تھے مشرکین کے خوف سے کہہ دیے۔ لوگ کے ہاں شہرت ہوگئی کہ عمار کافر ہو گیا ہے۔ اس پر اس آیت کا نزول ہوا تھا۔

تفسیر در منثور سیوطی جلال الدین سورہ النحل آیت ۱۰۶ کے تحت تحریر کی گئی روایات:

خرج ابن سعد عن ابی عبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر فی قوله (الا من اکره وقلبه مطمن بالایمان)قال ذلك عمار بن یاسر واخرج ابن ابی شبیة وابن جریر وابن المنذر عن ابی مالك فی قوله (الا من اکره وقلبه مطمن بالایمان)نزلت فی عمار اخرج ابن جریر و ابن عساکر عن قتادة قال ذکر لنا ان الایة. (الا من اکره وقلبه مطمن بالایمان)نزلت فی عمار بن یاسر ترجمہ آیت (الا من اکره وقلبه مطمن بالایمان) عمار بن یاسر کے بارے میں نازل ہوئی ہے واقعہ کیا تھا۔ وہ درج کیا جاتا ہے۔

تفسیر مظہری مترجم ص ۲۹۲، جلد ۶، سورہ النحل آیت (۱۰۶) بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس آیت کا نزول عمار بن یاسر کے حق میں ہوا۔ مشرکوں نے عمار بن یاسر کو، ان کے باپ یاسرؓ کو اُن کی ماں سمیہؓ کو اور صہیب کو بلال خبیب و سالم کو پکڑ کر سخت ترین جسمانی دکھ دیے۔ حضرت سمیہؓ کو دو اونٹوں کے درمیان باندھ دیا گیا (ایک ٹانگ ایک اونٹ سے دوسری ٹانگ دوسرے اونٹ) سے باندھ کر کھینچا گیا۔ حضرت یاسرؓ کو بھی قتل کر دیا گیا۔ اسلام میں سب سے اول یہی دونوں شہید ہوئے۔

عمار نے مجبوری میں وہ بات زبان سے نکال دی جو مشرک چاہتے تھے۔ قتادہ نے کہا: بنی مغیرہ نے عمار کو پکڑ کر چاہ میمون میں غوطے دیے اور کہا: محمد ﷺ کا انکار کر۔ حضرت عمار نے وہی بات کہہ دی جو مشرک چاہتے تھے مگر آپ کا دل اس بات سے نفرت کرتا تھا۔ دل کو انکار رسالت گوارہ نہ تھا۔ کسی نے جا کر رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دے دی کہ عمار کافر ہو گیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ہرگز نہیں عمار کے اندر تو سر کی چوٹی سے قدم تک ایمان بھرا ہوا ہے۔ اس کے خون اور گوشت میں ایمان سرایت کر گیا ہے۔ آخر حضرت عمار رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں روتے ہوئے حاضر ہوئے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کیا بات ہے؟

عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! بات بڑی ہے میں نے آپ کو بڑا کہہ دیا ہے اور آپؐ کا ذکر کیا۔

آپؐ نے فرمایا اس وقت تمہارے دل کی کیا حالت تم کو محسوس ہو رہی ہے؟

عرض کیا: دل تو ایمان پر مطمئن تھا۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے عمار کے آنسو پونچھتے ہوئے فرمایا: اگر وہ دوبار تمہارے ساتھ ایسی حرکت کریں تو تم دوبار لٹا سکتے ہو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

تقیہ

یہ ایک اصطلاح ہے۔ جب کسی پر خوف لازم ہو جائے اور جان خطرے میں جتلا ہو جائے تو شریعت مقدس نے اس صورت میں تقیہ کرنے کو کہا ہے تاکہ دشمن سے جان محفوظ ہو جائے۔ یہی حکم پاک نبی کریم نے جناب یاسر عمارؓ کو دیا تھا جو قانون بن گیا۔

(۱) تفسیر ابن کثیر مترجم، ص ۱۵۵، جلد ۳، سورہ نحل

(۲) تفسیر در منثور جلال الدین سیوطی سورہ نحل، آیت ۱۰۶، ص ۱۷۳، جلد ۶

(۳) تفسیر روح المعانی سورہ نحل آیت ۱۰۶، ص ۲۱۱، جلد ۱۰

(۴) تفسیر الکبیر فخر الدین الرازی، سورہ نحل ۱۰۶، ص ۲۷۰، جلد ۹

(۵) تفسیر کشاف سورہ نحل آیت ۱۰۶، جلد ۳، ص ۲۰۲

(۶) تفسیر الخازن جلد ۲، ص ۳۰۳

(۷) تفسیر الطبری، ص ۳۰۴، جلد ۱۷، سورہ نحل

سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔ اسلام نے انسان کو جو سہولت اور نرمی دے رکھی ہے اس کے مطابق زندگی بسر کرنا بہتر بلکہ افضل ہے۔ اگر کوئی شخص مشکل وقت میں استفادہ نہیں کرتا اور موت واقع ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا کوئی اجر نہیں چونکہ اس نے ایک سہولت اور رخصت سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ دوسری جانب دین کی منشاء یہ تھی کہ آپ حکم پیغمبر اسلام ﷺ کی اطاعت اور اتباع کریں۔ اگر نبی کریم ﷺ نے حکم کے مطابق سفر، حضر میں ایک رخصت دے رکھی ہے کہ ایک زمین گیر انسان، بیمار، اور دودھ پلانے والی خاتون کے لیے وقت کی رعایت موجود ہے اور یہی منشائے دین ہے۔ اس پر عمل کرنا شریعت ہے۔

اس طرح ایک واقعہ جو کتب احادیث نے نقل کیا ہے۔ کہ ایک صحابی حالت سفر میں روزہ میں تھے۔ لیکن کمزوری کی وجہ سے خود کو بحال نہ رکھ پائے تھے۔ جب یہ خبر پاک نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو آپؐ نے فرمایا: "یہ روزہ کوئی نیکی ہے"۔

کتاب تفسیر مظہری ص ۲۳۱، مترجم جلد ۱:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ

مِنْ اَيَّامٍ اُخَرَ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ وَ اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ (سورۂ بقرہ:۱۸۳-۱۸۴)

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گے ہیں جس طرح تم سے اگلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تا کہ بچ جاؤ۔ گنتی کے چند دن ہیں لیکن تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ دنوں کی اس گنتی کو پورا کرے''۔ (ترجمہ مولانا محمد جونا گڑھی) کی بحث میں تحریر کرتے ہیں:

حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ سفر میں تھے کہ آپؐ نے اژدحام دیکھا۔ جس کے اندر ایک شخص پر لوگ جھکے ہوئے تھے۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا یہ کیا قصہ ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: یہ شخص روزہ دار ہے۔ آپؐ نے فرمایا: سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی کی بات نہیں ہے۔ اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

جابرؓ روایت فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال رسول اللہ ﷺ رمضان میں مکہ مکرمہ تشریف لے گے اور روزہ رکھا اور لوگوں نے بھی روزہ رکھا۔ جب کراع تمیم پر پہنچے تو آپ نے ایک پیالہ پانی منگوایا اور اس کو اونچا کر کے سب کو دکھایا، پھر سب کے سامنے نوش فرمایا۔

لوگوں نے اس قصہ کے بعد عرض کیا: یارسولؐ اللہ! بعض لوگوں نے روزہ رکھا ہے فرمایا: یہ لوگ نافرمان ہیں۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سفر میں رمضان کا روزہ رکھنے والا ایسا ہے جیسے حضر میں افطار کرنے والا۔ اس حدیث کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ اس

اضطرار کا جواب قرآن حکیم نے دیا ہے۔ جس طرح حضر میں کتب علیکم الصیام کہہ کر روزہ فرض کیا گیا ہے۔ اسی طرح مرض اور سفر میں من کان منکم مریضاً او علی سفر جب تم سفر اور مریض ہو تو اس کو یہ کہہ کر چھوٹ دی گئی ہے۔ حضر میں روزہ نہ رکھنا حکم الٰہی کی خلاف ورزی اور گناہ ہے۔

اسی طرح سفر اور بیماری میں روزہ رکھنا حکم الٰہی کی خلاف ورزی ہے۔ حالات اور زمانے کا اس پر کوئی اثر نہیں ہے۔ (اس موضوع پر صحاح ستہ میں باب الصیام میں سفر مکہ کی جانب کثیر تعداد روایات بیان ہوئی ہیں)

١

پانی کی عدم موجودگی، مرض، سفر سے حالتِ اضطرار میں تیمم

سورہ النساء آیت نمبر (۴۳) وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْجَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ○ کذا آیت (۶)

سورۃ المائدۃ

"اور اگر ہو تم بیمار یا سفر میں یا آئے کوئی تم میں سے قضائے حاجت سے یا ہاتھ لگایا ہو تم نے عورتوں کو پھر نہ پاؤ تم پانی تو [اس صورت میں] تیمم کر لو پاک مٹی سے اور [اس کا طریقہ یہ ہے کہ] ہاتھ پھیر و اپنے چہروں اور اپنے بازوؤں پر، بے شک اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا بڑا بخشنے والا ہے"۔ (مترجم پیر محمد کرم شاہ الازہری از ضیا القرآن)

اب اس مقام پر اس حالت میں اضطراری صورت حال کو ذکر کیا گیا ہے جس کی تفصیل یوں ہے کہ وضو اور پاکیزگی پانی کے ساتھ ہے اور پانی کی موجودگی میں کوئی دوسری صورت طہارت کا سبب نہیں بن سکتی، البتہ اضطراری [مجبوری] حالت میں:

[۱] پانی کی عدم دستیابی [۲] خوف مرض [۳] سفر کی حالت جبکہ پانی کی قلت اور سفر کی طوالت اور حالتِ جنگ وغیرہ کی صورت میں وضو اور طہارت [جماع] فرض ہو جائے تو اللہ وحدہٗ لاشریک نے حضرت انسان کو اس کی سہولت اور مجبوری کے پیش نظر مایوس نہیں کیا بلکہ اس کے بدلے اس انعام سے مستفید فرمایا تاکہ طہارت بھی ہو جائے اور فرائض کی ادائیگی بھی ہو جائے۔

اس مرحلہ میں اصل حقیقت اور قانون کی تبدیلی نہیں آئے گی بلکہ نوعیت اور حالت کی تبدیلی کے ساتھ قانون میں نرمی آجائے گی مگر قانون اپنی جگہ قائم رہے گا۔

اب ہر دو آیات کریمہ کو ملاحظہ کرتے ہوئے ہم بآسانی کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے وہ نمازیں جو حالت اضطرار میں پڑھی ہیں وہ قانون اختیار نہیں بلکہ حالت اضطرار تھی۔ جب یہ اضطرار کی کیفیت سردی و گرمی اور سفر اور خوف ختم ہو گیا تو حضور اکرم ﷺ نے اپنی دیگر نمازوں کا اہتمام ویسے ہی کیا جیسے قانون بنایا گیا تھا۔ لہٰذا اس مقام پر یہ وضاحت ضروری ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ دین کے مفسر اور شارح ہیں۔ ان کا ہر عمل اور حکمت انسانی فائدے سے بھرپور ہے۔ اب اس مقام پر ان احادیث کو جمع کیا جا رہا ہے۔ نماز کی ان کیفیات پر عمل کیسے کیا جاتا ہے جو سردی و گرمی میں کسی صورت میں بھی رک نہیں سکتا، بلکہ اس کی مثال انسانی پیٹ کی مانند ہے جو باوقت ضرورت کھانا طلب کرتا ہے۔ جس طرح پیٹ کی بھوک وقت کی پابند نہیں ہے، جو روک دینے سے رک جائے گی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کسی لمحہ بھی رک نہیں سکتی. البتہ اللہ تعالیٰ نے اس کیفیت کی معلومات فراہم کر دی ہے۔ جس میں اضطرار پایا جاتا ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنی پیاری امت کے لیے ہر لمحہ آسانیاں پیدا کی ہیں۔ جس کا ہم سب مل کر اللہ تعالیٰ کا بے حد شکریہ ادا کریں کہ اس ذات عظیم نے ہم مخلوق پر پیغمبر اسلام جیسی شخصیت بطور نمونہ اور نعمت عنایت فرمائی، لہٰذا اضطرار کی صورت

میں مشکل کو آسانی میں تبدیل کردیا۔ اس مقام سے مترجمین اور مفسرین کے تراجم پیش کیے جاتے ہیں:

وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَیْدِیْكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ○

① مفسر القرآن پیر محمد کرم شاہ الازہری تفسیر ضیاء القرآن جلد ا، ص ۳۴۵ تا ۳۴۶، طبع لاہور

"اور اگر ہو تم جنبی تو [سارا بدن] پاک کرلو اور اگر ہو تم بیمار یا سفر پر یا آئے کوئی تم میں سے قضائے حاجت کے بعد یا صحبت کی ہو تم نے عورتوں کے پھر نہ پاؤ تم پانی تو تیمم کرلو پاک مٹی سے یعنی مسح کرلو اپنے چہروں اور اپنے بازوؤں پر"۔

② مفسر القرآن مولانا مفتی محمد شفیع مفتی اعظم پاکستان تفسیر معارف القرآن پارہ[۶] جلد[۳] صفحہ[۶۴ تا ۶۵] مطبع کراچی۔ "اگر تم کو جنابت ہو تو خوب طرح پاک ہو، اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا کوئی تم میں آیا ہے جائے ضرور سے یا پاس گئے ہو عورتوں کے پھر نہ پاؤ تم پانی تو قصد کرو مٹی پاک کا اور مل لو اپنے منہ اور ہاتھ اس سے"۔

③ مفسر القرآن مفتی احمد یار خان نعیمی تفسیر نعیمی جلد ۶، ص ۲۲۷ تا ۲۲۸، طبع مکتبہ اسلامیہ لاہور ترجمہ۔

(نوٹ) مفتی صاحب نے دو ترجمیں لفظی اور محاوراتی کیا ہے دونوں کو درج کیا جاتا ہے۔

◇ لفظی ترجمہ: "اور اگر ہو تم بیمار یا اوپر سفر کے یا آئے تم میں سے پاخانہ

سے یا چھوا تم عورتوں کو پس نہ پاؤ تم پانی پس قصد کرو تم مٹی پاک کا پس مسح کرو تم اپنے چہروں کا اور اپنے ہاتھوں کا"۔

④ محاوراتی ترجمہ: "اور اگر تم بیمار یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا یا تم نے عورتوں سے صحبت کی اور ان صورتوں میں پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں سے مسح کرو"۔

④ سیرت نگار علامہ شبلی نعمانی اور علامہ سید سلیمان ندوی کتاب سیرۃ النبیؐ جلد ۲، ص ۶۸، مطبع لاہور: "اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی جائے ضرور سے آئے یا تم نے عورتوں سے مقاربت کی ہو اور پانی میسر نہ آئے تو طاہر مٹی لے کر تیمم یعنی منہ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کر لو"۔

⑤ مفسر القرآن فخر العلماء مولانا سید امیر علی تفسیر مواہب الرحمٰن المعروف جامع البیان مطبع لاہور: "اگر تم کو جنابت ہو تو خوب طرح پاک ہو لو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا کوئی تم میں سے آیا جائے ضرورت سے یا لگے ہو عورتوں سے پھر تم کو پانی نہ ملے تو قصد کرو زمین پاک کا سو مسح کر لو اپنے منہ کو اور ہاتھوں کو"۔

⑥ مفسر القرآن امین احسن اصلاحی تفسیر تدبر القرآن، ص ۲۳۹ یا ۲۴۰: "اور اگر حالت جنابت میں ہو تو غسل کر لو اور اگر تم مریض ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی جائے ضرورت سے آیا ہو یا عورتوں سے ملاقات کی ہو پھر پانی نہ پاؤ تو پاک جگہ دیکھ کر اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں پر اس سے مسح کر لو"۔

⑦ مولانا اشرف علی تھانوی مترجم القرآن الحکیم، ص ۲۲۲، تاج کمپنی کراچی: "اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو سارا بدن پاک کرو اور اگر تم بیمار ہو یا حالت سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص استنجے سے آیا ہو یا تم نے بیبیوں سے قربت کی ہو پھر تم کو پانی نہ ملے تو پاک زمین سے تیمم کر لیا کرو یعنی اپنے چہروں اور ہاتھوں پر ہاتھ پھیر لیا

کرو، اُس زمین پر سے"۔

⑧ مترجم و مفسر سید ابوالاعلیٰ مودودی، ترجمہ ترجمان القرآن، ص ۲۹۵، لاہور:
"اگر جنابت کی حالت میں ہو تو نہا کر پاک ہو جاؤ، اگر بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص رفع حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں کو ہاتھ لگایا ہو اور پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے کام لو بس اُس پر ہاتھ مار کر اپنے منہ اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو"۔

⑨ مترجم و مفسر علامہ ابو محمد عبدالحق حقانی دہلوی تفسیر حقانی ص ۲۵۱، ناشر میر محمد کتب خانہ مرکز علم و ادب کراچی: "اور اگر ناپاک ہو تو نہا لیا کرو. اور اگر تم بیمار ہو یا بر سر سفر ہو یا کوئی تم میں سے پاکخانہ پھر کر آئے یا تم میں سے کسی نے عورت کو چھوا ہو پھر تم کو پانی نہ ملے تو پاک مٹی کا قصد کرو اور اس سے اپنے منہ اور اپنے ہاتھوں کا مسح کر لیا کرو"۔

⑩ مولانا الشیخ الہند محمود الحسن (۱۳۹) "اگر تم کو جنابت ہو تو خوب طرح پاک ہو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا کوئی تم میں آیا ہو جائے ضرورت سے یا پاس گئے ہو عورتوں کے پھر نہ پاؤ تم پانی تو قصد کرو مٹی پاک کا اور مل لو اپنے منہ اور ہاتھ اس کو"۔

فصل [۴] تراجم کتب اہلِ بیتؑ قانون اضطرار۔ قانون اضطرار کی تشریح کر دی گئی ہے اس کو اہل سنت کے فقہائے کرام رخصتی، اجازت کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ جہاں جان، مال، عزت کو خوف ہو وہاں اس امر کی اجازت ہے۔ اس تعریف کو کتب اہل بیتؑ تقیہ کا نام بھی دیتے ہیں، جہاں ایک انسان کا اختیار ختم ہو جائے اور اضطرار شروع ہو جائے لہٰذا اس طرح شریعت کے مطابق اطاعت اور اتباع کا بھی عمل ہو جاتا ہے اور منشائے شریعت بھی پوری ہو جاتی ہے۔ یہی عمل اور فرامین آئمہ اطہار کرامؑ کے ہیں۔

وان کنتم جنبا فاطھروا وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ

تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ
اَيْدِيْكُمْ

باب اول فصل (۱) میں طہارت کے اُصول اور ان پر اعتراضات کی تفصیلی وضاحت بیان کردی گئی ہے۔ اس مسئلہ میں مترجمین اور مفسرین کتب اہلِ بیت میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ تیمم وضو غسل کا قائم اور مقام ہے، لہٰذا وضو میں بھی دو اعضاء پر دھونا اور دو اعضاء پر مسح فرض تھا اور تیمم میں جہاں غسل تھا اس کی جگہ مسح لایا گیا اور مقام مسح کو ترک کردیا گیا۔ مترجمین کے ترجمے درج کیے جاتے ہیں۔

① مترجم القرآن حمید مولانا حافظ فرمان علی ناشر پیر محمد ابراہیم ٹرسٹ کراچی المائدہ[۶]

"اور اگر تم حالت جنابت میں ہو تو تم طہارت [غسل] کرلو [وہاں] اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو تو تم میں سے کسی کو پاخانہ نکل آئے یا عورتوں سے ہم بستری کی ہو اور تم کو پانی نہ مل سکے تو پاک خاک سے تیمم کرلو یعنی [دونوں ہاتھ مار کر] اس سے اپنے منہ اور اپنے ہاتھوں کا مسح کرلو۔

② مولانا شیخ محسن علی نجفی مترجم القرآن الحکیم ناشر امامیہ پبلی کیشنز پاکستان:

"اگر تم حالت جنابت میں ہو تو پاک ہو جاؤ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی رفع حاجت کر کے آیا ہو یا تم نے عورتوں کو ہاتھ لگایا ہو پھر تمہیں پانی میسر نہ ہو تو پاک مٹی سے تیمم کرو، پھر اس سے تم اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو"۔

③ علامہ الشیخ محمد حسین النجفی مترجم ومفسر فیضان الرحمن فی تفسیر القرآن، جلد۲، ص۳۸۳:

''اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو پھر غسل کرو اور اگر تم بیمار ہو
یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی بیت الخلاء سے آیا ہو تم نے عورتوں
سے مقاربت کی ہو اور پھر تمھیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم
کرلو یعنی اپنے چہروں اور ہاتھوں پر اس سے مسح کرلو (مل لو)''۔

(نوٹ) طوالت سے بچنے کے لیے اختصار سے کام لیا جاتا ہے، البتہ کتب اہلِ بیتؑ کے مترجمین مزید اس طرح کیے ہیں۔

④ علامہ صفدر حسین نجفی، علامہ ذیشان جوادی، علامہ امداد علی کاظمی، علامہ مقبول حسین اور مولانا حسین بخش جاڑا۔

مقام خوف اور اضطرار

گرمی، سردی کی شدت میں حالت اضطرار کی صورت میں کپڑے پر سجدہ کرنے کی اجازت اور شدت گرمی میں نماز کی تاخیر کی رعایت دین کے اندر نرمی کی گنجائش رکھی ہے، تاکہ حضرت انسان اس عبادت سے تھکن محسوس نہ کرے اور عبادت میں نفرت کا پہلو نہ پایا جائے۔ لیکن اس بات کا خیال بھی رکھا گیا ہے کوئی اپنی مرضی سے راحت بھی اختیار نہ کرے اور اس نرمی سے عبادت میں فرار اختیار بھی نہ کرے۔ لہٰذا اس کا آسان حل یہ پیش کیا کہ سفر و حضر میں کافی رعایت شریعت نے دے رکھی ہے، جو مشکل وقت میں آسانی کے ساتھ حل ہو سکے۔ اس اضطراری کیفیت کے پیش نظر نماز کی شدت اور تکلیف کو آسانی میں بدلا اور اس رعایت کا پاس رکھا جو وقت کے بدلتے ہوئے حالات تھے۔

یہ فرائض منصبی اللہ تعالیٰ کی ذات نے اپنے پیارے نبی سرکار دو عالم محمد مصطفیٰ ﷺ کو تفویض فرمائی اور اختیار دیا۔ جہاں مناسب سمجھے خود فیصلہ کریں یا یوں فرمایا

کہ آپؐ کا ہر عمل اور فیصلہ ہی میرا فیصلہ اور حکم ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ایک زمانہ اور عرب تک محدود نہ تھی بلکہ قیامت تک انسان کے لیے فرض تھی۔ ہر ملک اور اس کی آب وہوا ایک جیسی نہیں ہے لہٰذا اس کی تقاضے بھی ایک جیسے نہیں ہیں اس لیے جہاں اضطرار ہوگا وہاں قانون میں نرمی ہوگی۔

نماز کے لیے موسمی شدت ہو یا سفر کرنے کی تکلیف ہو تو آپ نبی کریم ﷺ نے قانون میں نرمی دی ہے۔ چونکہ عبادت انسان کے ساتھ ہے انسان باقی تو عبادت بھی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے نیت اور صرف اتباع اور اطاعت کرنا دیکھنا چاہتا ہے، نہ کہ اس پر کوئی تکلیف اور شدت دیکھنا چاہتا ہے۔ اس لیے پاک نبی کریم ﷺ کا اتباع حکم میں فرضیت اور اضطرار میں رعایت ہے۔ نماز جب گرمی کی صورت میں ٹھنڈی جگہ میسر نہ ہونے کی صورت میں سرزمین حجاز ابتدائی ایام سے تعلق رکھنے والے بعض مسلمان گرمی کے بچاؤ کی خاطر زمین اور پیشانی کے درمیان لباس کے ایک کونے سجدہ والی جگہ پر رکھ لیتے تھے۔

حضرت انسؓ بن مالک نے کہا: ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے، پھر سخت گرمی کی وجہ سے کوئی کوئی ہم میں سے کپڑے کا کنارہ سجدے کی جگہ پر رکھ لیتا تھا۔ اس پر علماء اور محدثین نے استدلال کیا ہے۔

ابن حجر کہتے ہیں:

فيه اشارة الى مباشرة الارض عن السجود هو الاصل لانه علق بعدم الاستطاعة

اس روایت میں اشارہ ہے کہ سجدہ کی اصل صورت پیشانی کو بغیر واسطہ کے زمین پر رکھنا ہے کیونکہ لباس پر سجدہ عدم قدرت [حالت اضطرار] سے مشروط ہے۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری، باب السجود علی الثوب فی شدۃ الحر، جلد۲، ص۹۸

متن کتب اہل سنت

① صحیح البخاری:

قال حدثنی غالب القطانعن بکر بن عبداللّٰہ عن انس بن مالک قال کنا نصلی مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیضع احدنا طرف الثوب من شدۃ الحر فی مکان السجود

"حضرت انسؓ بن مالک انھوں نے کہا: ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے پھر سخت گرمی کی وجہ سے کوئی ہم میں سے کپڑے کا کنارہ سجدے کی جگہ پر رکھ لیتا تھا"۔

② صحیح البخاری:

قال الحسن کان القوم یسجدون علی العمامۃ والقلنسوۃ ویداہ فی کمہ

"امام حسن بصری نے کہا: صحابہ عمامہ اور ٹوپی پر سجدہ کرتے تھے اور ان کے دونوں ہاتھ آستین میں ہوتے تھے"۔

③ سنن النسائی، صحیح البخاری، صحیح مسلم

قال انس کنا اذا صلینا خلف رسول اللہ بالظهائر فسجدنا علی ثیابنا اتقاء الحر (اور) کنا نصلی مع النبی فی شدۃ الحر فاذا لم یستطیع احدنا ان یمکن جبهته من الارض بسط ثوبه فسجدہ علیه.

"جب کبھی بھی ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے اور ناقابل برداشت گرمی ہوتی تو اس گرمی سے محفوظ رہنے کی خاطر

اپنے لباسوں پر سجدہ کرتے تھے"۔

④ صحیح البخاری، صحیح مسلم:

کنا اذا صلینا مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلم یستطیع احدنا ان یمکن جبھتہ من الارض من شدۃ الحر طرح ثوبہ سجد علیہ

"جب ہم پیغمبر ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تو اگر ہم میں سے کوئی گرمی کی شدت کی بنا پر پیشانی کو زمین پر نہ رکھ پاتا تو اپنے لباس کو پھیلا دیتا اور اس پر سجدہ کرتا"۔

⑤ صحیح مسلم، سنن ابن ماجہ:

کنا نصلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی شدۃ الحر فاذا لم یستطع احدنا ان یمکن جبھتہ من الارض بسط ثوبہ فسجد علیہ

"راوی کہتے ہیں کہ ہم رسولؐ اللہ کے ساتھ سخت گرمی میں نماز پڑھتے تھے۔ جب ہم سے کوئی اپنی پیشانی کو زمین پر نہ رکھ پاتا تو اپنے لباس کو بچھا لیتے اور اس پر سجدہ کرتے"۔

⑥ سنن النسائی، عمدۃ القاری فی شرح البخاری:

کنا اذا صلینا خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالظھائر سجدنا علی ثیابنا اتقا الحر (۲) وعند ابن شبیہ کنا نصلی مع النبیفی شدۃ الحرو البرد فسجد علی ثوبہ

"راوی کہتا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سخت سردی اور

گرمی سے بچنے کے لیے سجدہ کپڑے پر کرتے تھے۔ یہ قول حضرت عمرؓ کا بھی ہے"۔[۱۱۸]

⑦ ابن ابی شیبہ:

حدیث ابراهیم قال صلی عمر ذات یوم بالناس الجمعة فی یوم شدید الحر فطرح طرف ثوب الارض فجعل یسجد علیه ثم قال یاایها الناس اذا وجد احدکم فلیسجد علی طرف ثوب

"حضرت عمرؓ نے جمعہ کی نماز لوگوں کے شدید گرمی میں کپڑے کو زمین پر ایک جانب رکھتے ہوئے سجدہ کیا اور پھر حکم کیا اور کہا: اے لوگو! جب سخت گرمی پاؤ تو کپڑے کے ایک طرف سجدہ کیا کرو"۔

اس روایت کو زید بن وہب حضرت عمرؓ اور بھی راویان نے یہ قول نقل کیا ہے۔

⑧ حدیث. قال ابن عباس رایت رسول الله یصلی فی کساء ابیض فی غداة باردة یتقی بالکساء برد الارض بیده ورجله

"ابن عباسؓ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ سخت سردی میں صبح کے وقت ایک سفید چادر پر نماز میں مصروف ہیں۔ اس حال میں آپ چادر کے ذریعے زمین کی ٹھنڈک سے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کو بچائے ہوئے ہیں۔

⑨ سنن بیہقی:

قال ابن عباس لقد رایت رسول الله فی یوم مطر

وهو يتقي الطين اذا سجد بكساء عليه هجعله دون يديه الى الارض اذا سجد.

''حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں. میں نے پیغمبر اسلام ﷺ کو برسات کے ایک دن اس حال میں دیکھا کہ آپ سجدے کے وقت مٹی اور پانی سے بچنے کے لیے اپنی عبا کو اپنے دونوں ہاتھوں اور زمین کے درمیان رکھے ہوئے ہیں''۔

⑩ کتاب سنن ابن ماجہ:

قال عبدالله بن عبدالرحمٰن جاء نا النبي فصلی بنا في مسجد بني الاشهل فراته وا ضعا يديه على ثوبه اذا سجد

''ابن عبدالرحمٰن کہتے ہیں: پیغمبر اکرم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے اور ہمارے ساتھ بنی عبدالاشھل میں نماز ادا کی. میں نے آپ کو دیکھا سجدے کے وقت آپ اپنے دونوں ہاتھ کو لباس پر ہوئے تھے''۔

سنن ابن ماجہ کی دوسری روایت جلد۱، ص۳۲۸، ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:
''ثابت بن صامت کہتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ ہمارے پاس اس حالت میں آئے کہ آپؐ نے چادر اوڑھی ہوئی تھی اور سجدے کے وقت سنگریزوں کی ٹھنڈک سے محفوظ رہنے کے لیے ہاتھ اس پر رکھے تھے اور اس طرح چند احادیث میں ہے شدت گرمی کی وجہ سے نماز ظہر کو حضر اور سفر میں ادائیگی کو موخر کیا''۔

⑪ سنن ابن ماجہ، جامع ترمذی:

عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله

وسلم ابردوا بالظھر

"ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ پاک نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ظہر کی نماز ٹھنڈک کر کے پڑھو"۔

⑫ سنن ابن ماجہ، جامع ترمذی، صحیح البخاری:

عن ابی سعید قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم ابردوا بالظھر فان شدۃ الحر من فیح جھنم

"جناب ابی سعید فرماتے ہیں کہ رسول اللّٰہ ﷺ نے فرمایا: جب گرمی کی شدت ہو تو ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو، کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ گرمی میں ایک ہے"۔

⑬ صحیح مسلم، سنن النسائی، جامع ترمذی، ابن ماجہ، سنن دارمی، سنن ابوداؤد، صحیح البخاری:

عن ابی ھریرۃ انہ قال ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم قال اذا اشتد الحر فابردوا عن الصلاۃ فان شدۃ الحر من فیح جھنم

"حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللّٰہ ﷺ نے فرمایا: جب گرمی کی شدت ہو تو ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کے سانس کی وجہ سے ہے"۔

⑭ سنن النسائی، جامع الترمذی:

عن ابی موسیٰ یرفعہ قال ابردوا بالظھر فان الذی تجدون من الحر من فیح جھنم

"حضرت موسیٰؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ٹھنڈے وقت پڑھو ظہر کو یہ جو تم گرمی دیکھتے ہو جہنم کا جوش ہے"۔

حوالہ جات

① سنن النسائی باب نماز کے اوقات جلد ۱،ص مترجم ۲۰۰

② جامع ترمذی باب تاخیر الظهر فی شدة الحر، جلد ۱،ص مترجم ۱۰۴

③ سنن ابوداؤد باب نماز ظہر کا وقت جلد ۱،ص مترجم ۱۸۲، باب الرجل یسجد علی ثوبه،ص ۲۷۱

④ صحیح البخاری ص [......] ج ۱ عربی کتاب الصلاۃ ۳

⑤ مسلم بن حجاج کتاب مسلم، جلد ۱،ص ۲۲۴، ۲۲۵، باب ابراد باظهر فی شدة الحر كتاب المساجد

⑥ فتح الباری شرح صحیح البخاری، ص ۱۵، جلد ۲

⑦ سنن ابن ماجہ باب السجود علی الثیاب فی الحر و البر جلد ۱،ص ۳۲۸

⑧ سیر تنا وسنتنا، ص ۱۳۲، نقل از احمد بن حنبل

⑨ کتاب سنن البیہقی جلد ۲،ص ۱۰۶

⑩ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ص ۱۱۷، جلد ۴، باب السجود علی الثوب

⑪ صحیح البخاری جلد اول پارہ ۲، کتاب الصلاۃ ۲۵۰، باب السجود علی الثوب فی شدة الحر مترجم: علامہ وحید الزمان الحدیث

⑫ ابن ابی شیبہ، ص ۱۱۸، ۱۱سنن داری باب صلاۃ ظہر۔

مکتب اہلِ بیتؑ اور اضطراری کیفیت

مکتب اہلِ بیت کا نقطۂ نظر حالت اضطرار میں وہی ہے جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ ان روایات کو نقل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عوامی استباہات کو دُور کیا جائے، جو عام ذہنوں پر بٹھا رکھا ہے کہ ہر دو حالت میں نماز کا طریقہ ایک جیسا ہے۔ وہ حالت اختیار ہو یا اضطرار ہو ان غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے ان روایات کو درج کیا جاتا ہے تا کہ نمایاں فرق اور حکم کو جانا جائے اور ان احادیث کو نقل کرنے سے الفاظ کی حد تک اتفاق اور اسناد کے لحاظ سے اختلاف ہوگا، مگر ایک بات عیاں ہوگی کہ جانشین پیغمبرؐ اسلام کے فرائض میں دین کا تحفظ اور اُس کو امت تک صحیح صورت میں پیش کرنا ان جانشین پیغمبرؐ اسلام کی ذمے داری میں شامل تھا۔ لہٰذا تقابل احادیث پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس پر نا سمجھی کی صورت میں بے جا اشکال کیے جاتے ہیں۔ ان اشکالات کا موثر جواب ہے، تا کہ ایک شخص جو تحقیق کی نظر سے اس سفر کو جاری رکھنا چاہتا ہے، اس کے لیے درست منزل آسان اور سفر قریب ہو جائے اور دین کی سمجھ میں عقل اور شعور قائم ہو جائے۔

التہذیب، استبصار، وسائل الشیعہ

قال امام (۱) قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام ادخلا لمسجد فی الیوم الشدید الحر فاکرہ ان اصلٰی الحصی فابسط ثوبی واسجد علیہ قال لیس بہ باس

"راوی کہتا ہے کہ میں نے ابی عبداللہ علیہ السلام سے دریافت کیا: میں سخت گرمی کے دنوں میں مسجد جاؤں اور میرا دل چاہتا ہے کہ سنگریزوں پر [باوقت شدت گرمی] سجدہ کروں تو ایسی صورت میں اپنا لباس بچھا کر اس پر سجدہ کرسکتا ہوں؟ آپ نے جواب دیا: ہاں اس میں کوئی حرج نہیں"۔

استبصار، تہذیب، وسائل الشیعہ

قال امام (۲) قاسم بن فضیل کہتے ہیں. قلت للرضا علیہ السلام جعلت فداك الرجل یسجدعلی کمه من اذی الحروالبرد ؟ قال لاباس به

"راوی کہتا ہے: میں نے امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ میری جان آپ پر قربان ہو آیا کوئی شخص [گرمی اور سردی سے محفوظ رہنے کی خاطر] اپنی آستین پر سجدہ کرتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے [سجدہ صحیح ہے چونکہ اضطرار ہے]"۔

استبصار، وسائل الشیعہ

قال امام (۳) عن محمد قاسم بن الفضیل بن یسار کتب رجل الی ابی الحسن . هل یسجد الرجل علی الثوب یتقی وجهیه من الحر و البرد ومن الشیء یکرہ السجود علیه؟ فقال نعم لاباس به

"قاسم بن الفضیل بیان کرتے ہیں: کذا ترجمہ حدیث[۲]

التھذیب، وسائل الشیعہ، استبصار

امام قال (۴) قال راوی قلت لابی جعفر علیہ السلام انا نکون بارض باردة یکون فیھا الثلج آ فسجد علیه؟ قال لا ولکن اجعل بینك و بینه شیئا قطنا او کتانا

''حضرت امام ابوجعفر [امام باقر علیہ السلام] سے دریافت کیا گیا اگر ہم ایسی سرزمین پر ہوں جہاں زمین پر برف جمی ہوئی ہے۔کیا ہم اس پر سجدہ کر سکتے ہیں؟ فرمایا: نہ، اگر ہاں روئی یا کتان کی مانند کوئی چیز پیشانی اور زمین کے درمیان رکھ کر کرے [سجدہ درست ہے]''۔

وسائل الشیعہ

قال امام (۵) عن ابی بصیر عن ابی جعفر علیہ السلام قال قلت له آ کون فی السفر فتحضر الصلاة و اخاف الرمضاء علی وجهی کیف اصنع .؟ قال تسجد علی بعض ثوبك فقلت لیس علی ثوب یمکننی ان آ سجدعلی طرفه ولا ذیلة .قال آسجد علی ظهر کفك فانها احدی المساجد.

''ابوبصیرؓ بیان کرتے ہیں. کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میں سفر میں ہوتا ہوں۔نماز کا وقت داخل ہوجاتا ہے مگر مجھے گرمی کی تیزی کی وجہ سے چہرہ کے جھلنے کا اندیشہ ہے۔درایں حالات میں کیا کروں؟ فرمایا: اپنے کپڑے کے کچھ

حصے پر سجدہ کرو۔ عرض کیا: میرے اوپر کپڑا نہیں ہے جس کے دامن پر سجدہ کرسکوں؟ فرمایا: پھر اپنی کف کی پشت پر سجدہ کرو کیونکہ یہ جگہ بھی مساجد میں سے ہے۔

علل الشرائع، وسائل الشیعہ

قال امام (٦) عن ابی بصیر قال قلت لابی عبداللّٰه علیہ السلام جعلت فداك الرجل یکون فی السفر فیقطع علیه الطریق عریانا فی سرادیل و لا یجد ما یسجد علیه یخاف ان سجد علی الرمضاء احرقت وجهه. قال یسجد علی ظهر مانها احد المساجد

ترجمہ کذا حدیث (۵) میں آچکا ہے۔

وسائل الشیعہ

قال امام (٧) عن ابی بصیر انه سال ابا عبداللّٰه علیه السلام عن رجل یصلی فی حر شدید فیخاف علی جبهته من الارض قال یضع ثوبه تحت جبهته .

''ابوبصیرؓ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے امام علیہ السلام سے سوال کیا کہ وہ سخت گرمی میں نماز پڑھتا ہے۔ اس خوف سے زمین پر اپنی پیشانی رکھے کہ وہ جل جائے۔ فرمایا: وہ اپنے پیشانی کے نیچے کپڑا رکھے''۔

وسائل الشیعہ

قال امام (٨) عن جده علی ابن جعفر عن اخیه علهما

السلام قال سالته عن الرجل یوذیه حر الارض و هو فی الصلوة و لا یقدر علی السجود هل یصلح له ان یضع ثوبه؟ اذا کان قطنا او کتانا قال اذا کان مضطراً فلیفعل

''حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ باسنادخود علی بن جعفر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے سوال کیا کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے جبکہ زمین سخت گرم ہے۔ اگر اس پر سجدہ کرے تو اس سخت اذیت ہوتی ہے۔ اس لیے وہ اس پر سجدہ نہیں کرسکتا۔ آیا وہ کپاس یا پٹ سن کے کپڑے پر سجدہ کرسکتا ہے۔؟ فرمایا: ہاں اگر مضطر ہو تو پھر ایسا کرسکتا ہے''۔

حوالہ جات

① وسائل الشیعہ، ص۵۹۶ تا ۵۹۸، جلد۳، باب جواز السجود علی الملابس و علی ظهر الکف فی حال الضرورة

② تہذیب جلد۱، ص۲۲۳

③ استبصار جلد۱، ص۳۳۲، باب السجود علی القطه والکتان کتاب الصلوٰۃ

④ علل الشرائع، ص۱۲۱

سفر اور خوف میں قبلہ رخ کے بدلنے کی اجازت

سنن النسائی مترجم علامہ وحید الزمان اہلحدیث جلد ا، ص ۲۸۴، عنوان الصلاۃ علی الحمار "گدھے پر نماز پڑھنے کا بیان"۔

(۱) سنن النسائی. عن ابن عمر قال رایت رسول اللّٰہ صلی علی الحمار وھو متوجہ الی خیبر ..

(۲) عن انس بن مالک انہ رای رسول اللّٰہ یصلی علی حمار وراکب الی خیبر والقبلۃ خلفہ

کتاب النسائی عربی جلد ا، ص ۸۶، المساجد

"مشترکہ راوی ابن عمر اور انس بن مالک انھوں نے پیغمبر اسلام ﷺ کو دیکھا کہ وہ گدھے پر سوار تھے اور نماز پڑھ رہے تھے اور منہ مبارک خیبر کی طرف تھا اور قبلہ پشت پر تھا"۔

البتہ بہت سی احادیث گرمی کے موقعہ پر حضور ﷺ نے فرمایا: باوقت گرمی نماز کو موخر کرو اور ٹھنڈا کر کے نماز پڑھو۔ ان احادیث میں علت یہ ہے جب تک علت گرمی رہے گی۔ اس وقت نماز کے قانون میں نرمی اور اجازت رہے گی تا کہ گرمی دور ہو جائے تو باوقت ٹھنڈک نماز کی ادائگی کر سکو۔

الحمد للہ اب تک اس کتاب کے اندر مقام مصطفیٰ ﷺ اور سجدہ نبی ﷺ پر

استدلال اور روایات بیان کی گئی ہیں اور نماز کی اختیاری اور اضطراری صورت کو الگ الگ کر کے واضح کیا ہے کہ حالت اختیار میں نماز کا سجدہ مٹی [زمین] اور نباتات پر ہی صحیح اور درست ہو گا اور یہی سجدہ منشاء پیغمبر اسلام ﷺ ہے۔ اس کا نام اتباع اور اطاعت اللہ تعالیٰ کی اور اس کے حبیب ﷺ کی ہے۔ یہ اگر حالت اضطرار موجود ہے تو پھر ہر شے پر سجدہ ممکن ہے۔ لیکن حالت اختیاری ہو گی تو سجدہ فقط زمین، مٹی یا نباتات پر ہو گا۔ اس ضمن میں بطور خاص تذکرہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کو ایک مرتبہ پھر درج کیا جاتا ہے، تا کہ عذر کی گنجائش باقی نہ رہے۔ فرماتے ہیں کہ بوقت سجدہ اپنی پیشانی اور ناک کو زمین کے ساتھ نہ لگانے والوں کی نماز ناکافی اور غیر پسندیدہ ہے۔

باب دوازدہم

سوالات و جوابات

یہ باب ان چند سوالات پر مبنی ہے جو آئے روز کیے جاتے ہیں۔ان کا جواب مع استدلال پیش کیا جاتا ہے۔

[۱] اعتراض: شیعہ مسلک کے لوگ نماز کے وقت سجدہ میں مٹی [بت] رکھتے ہیں اور اس طرح شرک واقع ہوتا ہے۔

جواب: الحمدللہ اُس پروردگار عالم کا شکر ہے کہ اس کتاب میں ان تمام سوالات کے جوابات مفصلاً حوالہ جات کے ساتھ دیئے جا چکے ہیں۔ان کے جوابات کی ضرورت باقی تو نہیں رہتی تھی۔لیکن تشنگی کو تشفی میں بدلنے کے لیے مزید وضاحتی نوٹ تحریر کیا جاتا ہے کتب اہلِ بیتؑ کے عقیدے کی بنیاد قرآن مجید اور احادیث رسولؐ پر ہے۔پیغمبر اکرمؐ کے اقوال اور افعال کی تشریح و تعبیر اہلِ بیت اطہار علیہم السلام کے اقوال اور سیرت طیبہ سے ہے، لہٰذا اب تک جو تحریر کیا گیا ہے اس سے یہ سمجھانے کی کوشش کی گئی کہ نماز کے سجدہ کی حد تک مکمل معلومات فراہم کی جائیں اور ثابت کیا جائے کہ پیغمبرؐ اسلام اور ان کے پیروکار [صحابہ کرام] ائمہ اطہار علیہم السلام کا سجدہ کرنے کا عمل کیا تھا الحمدللہ کتب فریقین [سُنّی و شیعہ] سے یہ ثابت کیا پیغمبرؐ اسلام ﷺ نے اپنا سجدہ زمین کی اقسام مٹی پر اور نباتات کی بنی ہوئی چٹائی اور اس کا مصلیٰ [صف] [جو کہ کھجور کی چھال اور پتے لکڑی کی تمام اقسام اور زمین سے ہرا گی [گھاس] ہوئی شے پر سجدہ کرتے تھے۔اگر سجدہ گاہ پیشانی [ماتھے] کی حد تک ہوتا تو اس کو خمرۃ کہتے تھے لیکن اگر کھجور کے چھال یا پتوں سے بڑی جائے نماز [مصلیٰ یا صف یا چٹائی] ہوتی تو اس کو الحصیر کہتے تھے اور اس

عمل کو اللہ تعالیٰ کے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ نے کیا تھا جو عبادت میں سنت قرار پایا۔ اگر کوئی شخص اس عمل کو بت پرستی یا شرک سے نسبت دیتا ہے تو ایسے شخص کو ایک جاہل انسان یا متعصب شخص ہی کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔

ان کے بارے میں قرآن مجید خود راہنمائی کرتا ہے:

وما یذکر الاولی الالباب

اللہ تعالیٰ صاحبانِ عقل سے مخاطب ہے، جو شعور رکھتے ہیں۔ بے عقلوں اور مجنون لوگوں سے تو گفتگو کرتا ہی نہیں، اس لیے وہ لوگ مرفوع بالقلم ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور رحمۃ للعالمین ﷺ کے اتباع اور اطاعت ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اگر کوئی طبقہ اس پر عمل کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ طبقہ اللہ تعالیٰ کے فرمان اور اس کے پیارے نبی ﷺ کی اتباع کرتا ہے جو شریعت کی تکمیل کے لیے لازمی ہے۔ اور مومن کی تعریف یہ ہے جو خود کو سرکار رسالت مآبؐ کے ہر عمل کی اطاعت کے لیے واقف رکھے۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور معرفت اتباع رسولؐ کے ذریعے سے کرے۔ اگر کوئی شخص ایسا نہیں کرتا تو صف مسلم اور مومن میں داخل نہیں ہو سکتا اور ایسا شخص کی عبادت کا خدا ہی حافظ ہے۔

کربلا سے ہٹ کر بھی زمین پر سجدہ کرنا درست ہے۔ مقصد تو خاک پر سجدہ کرنا ہے۔ لیکن چونکہ افضل ترین خاک قبر رسول اللہ ﷺ، نجف اشرف اور کربلائے معلیٰ کی ہے۔ لہٰذا دستیابی کی صورت میں خاک کربلا پر سجدہ کر لیا جاتا ہے۔

علامہ اقبال نے بھی اس خاک کو بڑی اہمیت دیتے ہوئے کہا:

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوہ دانش فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ و نجف

عجب بات یہ ہے کہ اطاعت نبوی تو بت ٹھہری لیکن بدعت جزو دین قرار پائی۔

[۲] اعتراض: شیعہ مسلک کے افراد کربلا کی مٹی کو بہت فضیلت دیتے ہیں لہٰذا یہ سجدے گاہ بت ہے؟

جواب: مکتب اہلِ بیت اطہارؑ کا عمل اتباعِ سنت اور نسبت جوازیت کا معیار ذات پیغمبر اسلام ﷺ ہے۔ اب یہ الزام کہ سجدہ گاہ کی مٹی کربلائے معلّٰی سے ہے۔ لہٰذا اس کے علاوہ کسی دیگر مٹی پر سجدہ شیعہ درست نہیں سمجھتے۔ یہ الزام شیعہ مسلک کو نہ جاننے اور نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے۔ اگر تھوڑا سا فکر کر لیا جائے تو آسانی سے یہ مسئلہ سمجھا جا سکتا ہے کہ سجدہ کے لیے پاک اور طیب مٹی کے علاوہ نباتات پر سجدہ کرنے سے نماز کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ اگر سجدہ اتباع پیغمبر اسلام ﷺ کے مطابق نہ کیا گیا تو نماز کی خبر لینی ہوگی۔ کیا نماز کی ادائیگی درست ہو چکی ہے؟

اب سوال کے دوسرے حصے کی جانب کہ اللہ تعالیٰ کو بندے کی آزمائش اور اس کی اندر کی حقیقت ظاہر کرنے کے لیے کبھی پتھر کو چوم کر اور کبھی پتھروں پر دوڑ کر دیکھنا چاہتا ہے اور کبھی اونٹ [جانوروں] کے گلے میں جوتے ڈال کے اظہار رضامندی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بندوں سے اتنی محبت ہے کہ انسان کے خون بہانے میں اپنی قربت کا خواہش مند ہے کبھی بلاضرورت جانوروں کو بھی ذبح ہونا بھی پسندیدگی کا اظہار کرتا ہے؟

اس مقام پر اس جانب حضرت عمرؓ کا وہ قول قابلِ ذکر ہے۔ اُن کی سخت مزاجی اور توحید شناسی کے بارے میں کون بے خبر ہے۔ وہ حجر اسود کے بارے میں عرض کرتے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ اے حجر اسود! تو ایک پتھر ہے لیکن میں تجھے اس لیے چوم رہا ہوں چونکہ میرے محبوب پیغمبر اسلام ﷺ نے آپ کو چوما تھا، لہٰذا میں اپنے محبوب کی اتباع کر رہا ہوں۔ اس طرح جو جانور حج کے موقعہ پر ذبح کیے جاتے ہیں تو ایک معترض اس پر سوال اٹھا سکتا ہے کہ ایسا اس سرزمین پر کیوں خون بہایا جاتا ہے، جب کہ وہاں اس کو کھانے والا ہی نہیں تو پھر کیا یہ ظلم ہے یا دولت کا اسراف ہے؟ لیکن ایک مسلمان کے

پاس اس کا سادہ سا جواب ہے کہ ہم پر سید الانبیاء سید عرب وعجم کی اتباع اور اطاعت لازم ہے۔ جس کے کرنے سے تکمیل عبادت ہوتی ہے۔ عشاق کا فریضہ اتباع نبی کریم ﷺ کا کرنا ہے۔ اس پر دلیل تلاش کرنا نہیں ہے۔

حجر اسود کا بوسہ شعائر اللہ ہے

[۱] صحیح مسلم، سنن النسائی، صحیح البخاری، مشکوٰۃ شریف:

عن سالم عن اباہ حدثہ قال قبل عمر بن خطاب الحجر ثم قال ام واللہ لقد علمت انا و حجر ولو لا انی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقبلک ما قبلتک

[۲] سنن النسائی، صحیح مسلم:

عن نافع عن ابن عمران عمر قبل الحجر التزمہ رایت ابا القاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بک حفیاً وقال انی لاقبلک وانی لاعلم انک حجر ولکن رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقبلک

''[مشترکہ ترجمہ] راویان کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حجر اسود [کالا پتھر کعبہ میں نصب شدہ] کو بوسہ دیا اور چمٹ گئے اور کہا: میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے۔ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہ دیکھا ہوتا کہ تجھے بوسہ دیتے ہوئے میں ہرگز تجھے بوسہ نہ دیتا آپؐ تجھ پر مہربان تھے''۔ (کذا روایات کثیرہ)

کتب احادیث پر ذرا غور فرمائیں کہ حضرت عمرؓ کا حجر اسود کو بوسہ دینا کیا یہ

شرک اور بدعت ہے یا پیغمبرِ اسلام ﷺ کی اتباع کرنا لازمی تھا؟ حضرت عمرؓ جیسے محتاط اور سخت گیر انسان جن سے بعد از اسلام پتھر کی پوجا کرنا بغیر تحقیق کیے ہوئے لیکن وہ بھی پسند یا ناپسند کے باوجود وہ اتباع اور اطاعت رسولؐ میں سرِخم تسلیم کرتے ہیں، بلکہ ایک اور موقعہ پر کہتے ہیں۔

(۳) صحیح مسلم،سنن ابوداؤد، صحیح البخاری.

عن عبداللّٰہ بن سرجس قال رایت الاصلح یعنی عمر یقبل الحجر ویقول واللہ انی لاقبلك وانی اعلم انك حجر وانك لا تضر لا تنفع ولو لا انی رایت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم قبّلك ما قبلك

"راوی کہتے ہیں: میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ وہ پتھر [حجر اسود] کو چوم رہے تھے. اور کہہ رہے تھے خدا کی قسم میں تجھے بوسہ دے رہا ہوں جب کہ میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے اور تو فائدہ اور نقصان بھی نہیں دے سکتا لیکن چونکہ میں نے دیکھا کہ رسولؐ اللہ تجھے بوسہ دیا کرتے تھے لہٰذا میں بھی تجھ بوسہ دے رہا ہوں"۔

(۴) سنن النسائی، جامع ترمذی: عن عابس بن ربیعہ قال رایت عمر جاء الی الحجر فقال انی لاعلم انك حجر ولا انی رایت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم یقبلك ما قبلتك ثم دنا منہ

"حضرت عمرؓ حجر اسود [کالا پتھر کعبہ میں نصب شدہ] کے پاس گیا اور کہا میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے۔ اگر میں نے رسولؐ اللہ ﷺ کو نہ دیکھا ہوتا کہ تجھے بوسہ دیتے ہوئے، میں ہرگز تجھے

بوسہ نہ دیتا پھر نزدیک ہوئے اور اس کو چوما"۔

حوالہ جات

[۱] کتاب مسلم کتاب الحج باب طواف میں حجر اسود کو بوسہ دینا مستحب ہے ج ۳، ص ۳۱۰

[۲] کتاب سنن ابوداؤد مترجم علامہ وحید الزمان باب الحج حجر اسود کو چومنے کا بیان مترجم، ص ۶۴، ج ۲

[۳] کذا (۳) بخاری کتاب الحج شرح عمدۃ القاری ص ۲۲۹، ج ۹

[۴] سنن النسائی ج مترجم ۲، ص ۳۸۲

[۵] بخاری از مشکوٰۃ کتاب الحج، ص ۲۲۸

[۶] جامع الترمذی، جلد ۱، مترجم ص ۳۲۶، باب حجر اسود دینے کا بیان۔

جنت کا پتھر [الحجر الاسود]

حجر اسود یہ عام پتھر نہیں بلکہ یہ خاص پتھر ہے، جو جنت سے لایا گیا ہے

سنن النسائی: عن ابن عباس ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم قال الحجر الاسود من الجنۃ

"حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: حجر اسود [کالا پتھر] جنت کا پتھر ہے"۔ (سنن نسائی، مترجم جلد ۲، ص ۳۸۲ کتاب الحج باب حجر اسود کا بیان۔

وادی محسر

یہ وہ مقام اور وادی ہے جہاں ابرہہ بادشاہ ہلاک ہوا تھا، جو یمن سے بیت اللّٰہ

کو تہس نہس کرنے آیا تھا۔ مگر حضرت عبدالمطلبؓ کی بددعا کا اثر ہوا تھا۔ جب اس نے بیت اللہ پر چڑھائی کرنا چاہی تو اللہ تعالیٰ کا غضب ایسا نازل ہوا کہ آسمان سے پرندوں کے فوج نے کنکریوں کے ساتھ ہلاک کر دیا تھا اور سورۂ فیل کا شانِ نزول اس کے بارے میں ہے۔ لہٰذا اس جگہ کا نام وادی محسر ہے۔

حکم یہ ہے کہ جب اس مقام سے گزر ہوتا ہے تو تیزی کے ساتھ گزرا جائے چونکہ پیغمبر ﷺ بھی وہاں سے تیزی سے گزرے اور اب بھی یہی حکم ہے وہاں سے تیز رفتار میں گزرا جائے۔ اس وقت وہاں سے گزرنا خوف نہیں لیکن سرکار دو جہاں عالم ﷺ نے اس شعائر اللہ کو تبدیل نہیں کیا بلکہ ابرہہ بادشاہ کا تباہ ہونا اور اس جگہ میں عذاب ہونے کی بنا پر آج بھی وہ عمل باقی ہے۔ جس نے تا قیامت قائم رہنا ہے، تا کہ ابرہہ کی بیت اللہ پر چڑھائی کے ساتھ ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے گھر کی حفاظت کیسے کرتا ہے، اس لیے پاک نبی کریم ﷺ کے جد حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام اور اسماعیل کی والدہ کا عمل جو صفا و مروہ پر پانی کی طلب کے لیے دوڑنا تھا کو بھی قرآن حکیم نے یوں بیان فرمایا:

اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ (سورۂ بقرہ:۱۵۸) جو حج کے ارکان میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک خوبصورت فلسفہ انسان کے سامنے بیان فرمایا کہ سابق قوموں کے حالات اور تباہی کو قرآن حکیم میں بیان فرما دیا تا کہ اُمت محمدی بھی اس سے سبق سیکھے۔ اگر عمل ویسا رہا تو نشانِ عبرت بھی ویسا ہی بنا دیا جائے گا۔

(۱) سنن النسائی عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوضع فی وادی محسر

"حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جلدی اونٹ دوڑایا وادی محسر میں (جو ایک مقام ہے قریب ہے منیٰ کے

مزدلفہ سے آتے ہوئے اس کو محسر اس لیے کہتے ہیں کہ وہاں اصحاب الفیل کا ہاتھی تھک کر گر گیا تھا)"۔

(۲) قال النسائی. عن جابر ان النبی.صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوضع فی وادی محسر

روایت (۳) قال ثنا جعفر بن محمد عن ابیہ قال دخلنا علی جابر بن عبداللّٰہ فقلت اخبرنی عن حجۃ النبی.صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم دفع من المزدلفۃ قبل ان تطلع الشمس واردف الفضل بن عباس حتی اتی محسّر احرک قلیلا

"حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے، انھوں نے اپنے والد سے کہ وہ جابر بن عبداللّٰہ کے پاس گئے اور کہا: رسولؐ اللّٰہ کے حج کے بارے میں حال بیان فرمایئے؟ حضرت جابر نے کہا: رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مزدلفہ سے لوٹے آفتاب نکلنے سے پہلے اور فضل بن عباس کو اپنے ساتھ سواری پر بیٹھایا جب وادی محسر میں آئے تو اونٹ کو تیز کیا"۔

کتاب سنن النسائی کتاب الحج باب بطن محسر میں اونٹ جلدی دوڑانا، جلد۲، ص ۳۱۶، مترجم علامہ وحید الزمان۔

پتھروں کو روندنا

مادر پیغمبر اسماعیل زوجہ پیغمبر ابراہیم علیہم السلام حضرت ہاجرہ سلام اللّٰہ علیہا کی یاد

میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ہاجرہؑ کے پاؤں کی رگڑ اور پہاڑیوں کے پتھروں پر روندنے کو تا قیامت محفوظ کر دیا، تا کہ انسان کو یہ واقعہ ذہن نشین رہے کہ ماں کی محبت اور تڑپ اور بیٹے کی پیاس نے صفا اور مروہ کے پتھروں پر حضرت ہاجرہؑ کے پاؤں کے تلووں پر سخت چھالوں کے نشان کو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اسلام ﷺ سے تجدید سنت کرتے ہوئے تا قیامت شعائر اللہ قرار دے دیا۔ قرآن مجید نے اس کو اپنے صفحات و آیات میں محفوظ کر دیا۔

اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ (سورۂ بقرہ:۱۵۸)

''بے شک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے ہیں''۔

سوال: اب ناسخ شریعت ہے اس کی کیا مجبوری ہے کہ ماضی کے دین کی تجدید کرے۔

جواب: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اپنی اتباع اور اطاعت دیکھنا چاہتا ہے۔اور محبوب بندوں کی یاد کو ہمیشہ باقی رکھنا چاہتا ہے، لہٰذا اس کو تجدید دین کرتے ہوئے حج کا رکن قرار دے دیا۔ البتہ اس مقام پر صاحبان عقل و فکر کی دعوت دیتے ہیں۔ ان مسائل پر غور و فکر کریں۔ ذبح اسماعیلؑ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اطاعت اور مقام ذبح پر انسان کی قربانی کا بدل حلال جانوروں کے خون میں کر دیا گیا۔ یہاں تو اللہ وحدہٗ لاشریک حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان و آزمائش اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اطاعت اور اتباع کا منظر چاہتا تھا۔ اب قیامت تک جانوروں کا خون بہانا جاری رہے گا اور امت محمدی کے لیے شعائر اللہ ہے اور ہر حاجی پر فرض ہے بوقت حج قربانی کرے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کو خداوند تعالیٰ نے قیامت تک باقی رکھنے کے لیے انسانوں کے بدلے جانوروں میں بدل دی ہے۔ دین ابراہیمی جو ملت ابراہیمی پر فرض تھا وہ مصطفوی دین بن گیا۔

جانوروں کے گلے میں لٹکائے ہوئے جوتے اور بدن پر زخم شدہ جانور اونٹ اور اللہ کی نشانیاں [شعائر اللہ] ہیں ان کا احترام کرنا فرض ہے۔

وَ الْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ

(سورۃ الحج:۳۶)

"اور قربانی ڈیل دار جانور اونٹ اور گائے ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں سے کیے تمہارے لیے ان میں بھلائی ہے"۔

(ترجمہ فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان)

اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کو پابند کیا کہ تمہیں یہ اجازت نہیں کہ مناسک حج میں اپنی رائے قائم کرو اور تمہیں یہ بھی حق نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قوانین میں مداخلت کرتے ہوئے اپنا قیاس کرو اور اللہ کی حدوں سے تجاویز کرو۔ اگرچہ یہ افعال اور مناسک حج مشرکین بھی سرانجام دیتے رہے تھے۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی امت ہی مناسک حج کے افعال بجالاتی تھی لیکن ان عقیدوں کے اندر اس حد تک غلو ہو گیا تھا کہ خالص توحید کے بجائے جب بتوں کے وسیلے سے توحید تلاش کرنا چاہی تو پھر مشرک ہونے کے ساتھ ساتھ منکرین دین بھی ہو گئے، جن کی اصلاح کے لیے آخر میں امام الانبیاء ﷺ کا ظہور ہوا، اور اوائل فرائض یہ تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بگڑی اور بھٹی ہوئی امت کو وہیں لوٹنا دو جہاں سے یہ قوم بھٹی اور الٹی تھی، لیکن اس سے ہرگز یہ مطلب نہیں تھا کہ مشرکین مناسک حج کے تمام افعال درست نہیں بجالاتے۔ اس مقام پر قرآن مجید سے مستفید ہوتے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ ولا الشهر الحرام و لا الهدی ولا القلائد ولا آمین البیت

الحرام یبتغون فضلا من ربهم و رضوانا واذا حللتم فاصطادوا (سورۂ مائدہ:۲)

''اے ایمان والو! بے حرمتی نہ کرو اللہ کی نشانیوں کی اور نہ عزت والے مہینہ کی اور نہ حرم کو بھیجی ہوئی قربانیوں کی اور نہ جن کے گلے میں پٹے ڈالے گئے ہیں اور نہ [بے حرمتی کرو] جو قصد کیے ہوئے ہیں بیت حرام کا طلب کرتے ہیں۔ اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا اور جب احرام کھول چکو تو شکار کر سکتے ہو'' [ترجمہ از ضیا القرآن پیر محمد کرم شاہ الازہری]●

اس مقام پر پاکستان کے ممتاز عالم دین اور دیوبند مسلک کے مفتی اعظم اور مفسر القرآن تفسیر معارف القرآن سے اقتباس پیش کیے جاتے ہیں:

(۱) مفتی محمد شفیع مفتی اعظم پاکستان بیان کردہ آیت کی تفسیر، ج ۳، ص ۱۸، میں معارف و مسائل کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ آیت کے پہلے جملہ میں ارشاد ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ

یعنی ''اے ایمان والو اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو''۔

اس میں لفظ شعائر جس کا ترجمہ نشانیوں کیا گیا ہے، شعیرہ کی جمع ہے۔ جس کے معنی ہیں علامت اسی سے شعائر اور شعیرہ اس محسوس چیز کو کہا جاتا ہے، جو کسی کی علامت ہو۔ شعائر اسلام اُن اعمال و افعال کو کہا جائے گا جو عرفاً مسلمان ہونے کی علامت سمجھے جاتے ہیں اور محسوس اور مشاہدہ میں آتے ہیں۔ جیسے نماز، اذان، حج، ختنہ اور سنت کے موافق داڑھی وغیرہ۔ شعائر اللہ کی تفسیر اس آیت میں مختلف الفاظ سے منقول ہے مگر صاف بات وہ ہے جو بحر محیط اور روح المعانی میں حضرت حسن بصری اور عطا سے منقول ہے۔ اور امام جصاص نے اس کو تمام اقوال کے لیے جامع فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ

شعائر اللہ سے مراد تمام شرائع اور دین کے مقرر کردہ واجبات و فرائض اور ان کی حدود ہیں۔

ولا الشھر الحرا م ولا الھدی ولا القلائد ولا امین البیت ا لحرام

"شہر حرام میں قتل وقتال کر کے اس کی بے حرمتی نہ کرو..... نیز حرم مکہ میں قربان ہونے والے جانور اور خصوصا وہ جن کے گلے میں قربانی کی علامت کے طور پر قلادہ [پٹہ] ڈالا گیا ہو ان کی بے حرمتی نہ کرو"۔

ان جانوروں کی بے حرمتی کی ایک صورت یہ بھی ہے. کہ ان کو حرم تک پہنچنے سے روک دیا جائے اور چھین لیا جائے۔

(۲) اہل سنت کے جید عالم دین بریلوی مکتب فکر کے ترجمان پیر محمد کرم شاہ الازہری تفسیر ضیا القرآن جلدا، تفسیر آیت مذکور، ص ۴۳۶ کے تحت لکھتے ہیں:

امام ابن جریر شعائر کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ شعیرہ بروزن فعیلہ کی جمع ہے اس کا معنی ہے وہ علامت جس سے کسی چیز کی پہچان ہو سکے۔

و شعائرہ التی جعلھااما رات بین الحق و الباطل

یہ اُس قربانی کے جانور کو کہا جاتا ہے جو حرم شریف کی یعنی جس سے حق اور باطل کی شناخت ہو سکے ان کو شعائر اللہ کہتے ہیں۔ اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ جن احکام کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کا طرۂ امتیاز مقرر فرمایا ہے، ان کی پابندی کرو۔ جن حدوں کو قائم کیا ہے ان سے تجاوز نہ کرو۔ جن چیزوں کے استعمال کرنے سے روکا ہے ان کے قریب مت جاؤ۔ اگر ھدی حدود میں ذبح کرنے کے لیے کوئی اپنے ہمراہ لے جائے۔ قلائد یعنی ذوات قلائد قربانی کے ان جانوروں کو کہا جاتا ہے جو حرم کی حدود میں ذبح کرنے

کے لیے کوئی ہمراہ لے جا رہا ہے اور ان کے گلے میں پٹے ڈال دیے گئے ہوں، آمین قصد کرنے والے ارادہ کرنے والے لفظی تحقیق کے بعد اب اس آیت کا شانِ نزول ملاحظہ ہو:

حطہ بن ہند البکری بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور حضور سے اسلام کی حقیقت کے متعلق دریافت کیا۔ حضور ﷺ نے اسلام کی حقیقت اس کے سامنے پیش فرمائی۔ سن کر کہنے لگا: مجھے سوچنے کا موقع دیجیے۔ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ مشورہ بھی کرلوں، امید ہے کہ ہم سب آپ کا دین قبول کرلیں گے۔

اس کے حاضر خدمت ہونے سے پہلے ہی حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کو بتا دیا تھا کہ آج تمھارے پاس قبیلہ ربیعہ کا ایسا آدمی آ رہا ہے جو شیطان کی زبان سے گفتگو کرے گا۔ جب وہ جانے لگا تو حضورؐ نے فرمایا:

لقد دخل بوجه کافر خرج بعقب غادر

"جب آیا تھا تو اس کے چہرے پر کفر کی نحوست برس رہی تھی اور اب جا رہا ہے تو اس کی پشت پر غدر کے آثار نمایاں ہو رہے ہیں"۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ راستہ میں ایک جگہ مسلمانوں کے مویشی چر رہے تھے وہ ان کو بھگا کر لے گیا۔ دوسرے سال قربانی کے لیے وہی مسلمانوں کے چرائے ہوئے مویشی لے کر آیا اور ان کے گلے میں قلادے ڈال کر حج کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ مسلمانوں کو علم ہوا تو انھوں نے اس پر حملہ کرنا چاہا تو فوراً یہ آیت نازل ہوئی، یعنی اگر چہ وہ کافر ہے اور تمھارا مجرم بھی ہے لیکن اب نکلا ہے میرے گھر کی نیت سے قربانی کے جانوروں کے گلے میں پٹے ڈال کر اس سے تعرض نہ کرو۔ [ابن جریر و قرطبی] خدا پرستی کی کیا عمدہ تعلیم ہے کوئی کسی روپ میں ہو، لیکن جب اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب ہو کر نکلے تو اس پر دست درازی نہ کرو، اس کی ہر چیز شعائر اللہ ہے۔

[۳] پاکستان کے معروف اسکالر اور مفسر القرآن، جماعت اسلامی کے بانی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کتاب تفسیر تفہیم القرآن سورۂ مائدہ جلد ا، ص ۴۳۸ تا ۴۳۹، آیت مذکور کے ضمن میں فرماتے ہیں:

"ہر وہ چیز جو کسی مسلک یا عقیدے سے یا طرز فکر وعمل یا کسی نظام کی نمائندگی کرتی ہو وہاں اُس کی شعائر کہلائے گی، کیونکہ وہ اس کے لیے علامت یا نشانی کا کام دیتی ہے۔ سرکاری جھنڈا، فوج اور پولیس وغیرہ کے یونیفارم، سکے، نوٹ، اسٹامپ حکومتوں کے شعائر ہوتے ہیں۔ اور وہ اپنے محکوموں سے بلکہ جن جن پر ان کا زور چلے سب ان کے احترام کا مطالبہ کرتی ہے اور گرجا، قربان گاہیں اور صلیب مسیحیت کے شعائر ہیں۔ چوٹی اور زنار اور مندر برہمنیت کے شعائر ہیں۔ کیس اور کنڑا اور کرپان وغیرہ سکھ مذہب کا شعائر ہیں ہتھوڑا اور درانتی اشتراکیت کا شعائر ہے۔ یہ سب مسلک اپنے اپنے پیروکار سے اپنے ان شعائر کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص کسی نظام کے شعائر سے شعائر کی توہین کرتا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ دراصل اُس نظام کے خلاف دشمنی رکھتا ہے اور اگر وہ توہین کرنے والا خود اس نظام سے تعلق رکھتا ہے. تو اس کا یہ فعل اپنے نظام سے ارتداد اور بغاوت کا ہم معنی ہے"۔

شعائر اللہ سے مراد وہ تمام علامات اور نشانیاں ہیں جو شرک اور کفر اور دہریت کے بالمقابل خالص خدا پرستی کے مسلک کی نمائندگی کرتی ہیں۔ ایسی علامات جہاں جس مسلک اور جس نظام میں بھی پائی جائیں مسلمان ان کے احترام پر مامور ہیں، بشرطیکہ ان کا نفسیاتی پس منظر خالص خدا پرستانہ ہو، کسی مشرکانہ اور کافرانہ تخیل کی آلودگی سے انہیں ناپاک نہ کر دیا گیا ہو۔ شعائر اللہ کے احترام کا عام حکم دینے کے بعد چند شعائر کا نام لے کر ان کے احترام کا خاص طور پر حکم دیا گیا ہے کیونکہ اس وقت جنگی حالات کی وجہ سے یہ اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ جنگ و جوش میں کہیں مسلمانوں کے ہاتھوں اس کی توہین نہ ہو جائے۔

ان چند شعائر کو نام بہ نام بیان کرنے سے یہ مقصود نہیں ہے صرف یہی احترام کے مستحق ہیں۔ احرام میں من جملہ شعائر اللہ ہے۔ اس کی پابندیوں میں سے کوئی پابندی توڑنا اس کی بے حرمتی کرنا اس لیے شعائر اللہ ہی کے سلسلہ میں اس کا ذکر بھی کردیا گیا ہے کہ جب تک احرام بندھا ہوگا ورنہ خدا پرستی کے شعائر میں سے ایک شعائر کی توہین کرتا ہے۔

[۳] حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر ابن کثیر آیت مذکور پر یہ نوٹ تحریر فرمایا ہے کہ ھدی اور قلائد کی بے حرمتی بھی مت کرو یعنی بیت الحرام الشریف کی طرف قربانیاں بھیجنا بند نہ کرو۔ کیونکہ اس میں اللہ کی نشانیوں کی تعظیم ہے اور قربانی کے لیے جو اونٹ بیت الحرام کی طرف بھجوان کے گلے میں بطور نشان پٹا ڈالنے سے نہ روکو کہ اس نشان سے ہر کوئی پہچان لے کہ یہ جانور اللہ کے لیے اللہ کی راہ کے لیے وقف ہو چکا ہے اب اسے کوئی برائی سے ہاتھ نہ لگائے گا بلکہ اسے دیکھ کر دوسروں کو بھی شوق پیدا ہوگا کہ ہم بھی اس طرح اللہ کے نام جانور بھیجیں اور اس صورت میں تمھیں اس کی نیکی پر اجر ملے گا یہاں تک جن کتب سے استفادہ کیا گیا ہے ان کا تعلق اہل سنت سے تھا۔ وہ مفسرین جن کا تعلق کتب اہل بیت سے ہے وہ اپنی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں:

(۱) قال علامہ طباطبائی: يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَٰٓئِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْىَ وَلَا الْقَلَٰٓئِدَ،

خطاب مجدد للمومنين يفيد شدة العاية بحرمات الله تعالىٰ، والهدى مايساق لحج من الغنم و البقر والبل ولا قلائد جمع قلاة وهي ما يقلو به الهدى في عنق من نعل و نحوه يعلم انه هدى لحج ولا يعرض من له كتاب تفسير القران الميزان

علامہ محمد حسین طباطبائی سورۂ مائدہ آیت ۲، جلد ۵، ص ۱۷۲، اس آیت کی تفسیر کرتے ہیں:

"یہ خطاب مومنین کو ہے جن کے لیے اللہ تعالیٰ کے حرمت کے لیے عنایت مفید ہے۔ لفظ شعائر اللہ کا مطلب وہی ذکر کیا جس کی تفصیل بیان کی جا چکی ہے۔ آگے فرماتے ہیں: ھدی وہ جانور ہے جسے لے جایا جاتا ہے بیت اللہ کی قربانی کے لیے وہ بکری، گائے، اُونٹ ہیں ان کے گلے میں چمڑے کا پٹا ڈال کرلے جایا جاتا ہے، تاکہ لوگ یہ پہچان لیں کہ یہ جانور قربانی کے لیے مخصوص ہے"۔

[۳] القرآن الحکیم ترجمہ وحواشی حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا شیخ محسن علی نجفی برحاشیہ آیت یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰہِ [۲] پر فرماتے ہیں:

شعائر ہر چیز جو کسی مسلک و مذہب کی عظمت کی تاریخ سے وابستہ ہو اور اسُ میں اُس نظریہ کی پہچان ہو اس اعتبار سے حرمت والے مہینے محرم رجب ذوالقعدہ اسلامی شعائر میں شامل ہیں۔ جن میں ہر قسم کی جنگ کرنا حرام ہے۔ اسی طرح قربانی کے لیے جو جانور پیش کیا جاتا ہے وہ بھی شعائر اللہ میں شامل ہے۔

(۲) علامہ محمد حسین نجفی تفسیر فیضان الرحمٰن جلد ۱، ص ۲۳۶، آیت فان الصفا والمروۃ من شعائراللہ کی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں: صفا و مروہ مکہ کی دو پہاڑیاں ہیں جنھیں اللہ نے شعائر اللہ قرار دیا ہے۔ شعائر 'شعیرۃ' کی جمع ہے۔ جس کے معنی علامت اور نشانی کے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کو یاد دلانے والی نشانیاں شریعت کی اصطلاح میں عبادت کے مکان، زمان اور علامت کو شعائر اللہ کہا جاتا ہے۔ مکان جیسے کعبہ، عرفات، مزدلفہ، منیٰ اور صفا و مروہ اور زمان جیسے ماہ رمضان، اشھر الحج، عیدین، اور جمعہ اور

علامت جیسے قربانی، اذان، اقامت، اور نماز باجماعت وغیرہ وغیرہ۔ حج ہو یا عمرہ دونوں ارکان مخصوصہ کے مجموعہ کا نام ہیں۔

نوٹ: اس تمام بحث وتمحیص سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ جب تک جانور کے گلے میں پٹا باندھ کر بیت اللہ کی نسبت قربانی کے لیے قرار نہ دیا جائے اُس وقت تک شعائر اللہ نہیں بن سکتا اور اس کی بے حرمتی نہیں سمجھی جاتی ہے۔ اب یہ جانور جس کے گلے میں جوتے کا ہار ہے یہ قابل احترام ہو گیا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے جب کسی چیز کی نسبت اللہ تعالیٰ اور حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف ہو جائے تو مٹی سونا بن جاتی ہے۔ مجرم معافی کے بعد جہنمی جنتی بن جاتا ہے، لہٰذا شیعہ مسلک کا کوئی عمل نصوص قرآن مجید اور احادیث پیغمبرؐ کے مغائر نہیں ہے، البتہ مراجع تفاسیر اور احادیث بسلسلہ اہل بیت اطہار علیہم السلام کے تعلیمات کو ترجیح دیتے ہیں جو کہ منبع علم اور ہدایت کے سرچشمہ ہیں۔

[۳] اعتراض: کیا سجدہ گاہ کی مٹی کربلا معلیٰ سے خاص ہے اس کے علاوہ دیگر مٹی پر سجدہ نہیں ہو سکتا؟

جواب: اس کتاب کا آغاز اور اس پر کیے گے استدلال کا محور اور مرکز یہ تھا کہ افضل سجدہ مٹی [الارض] پر ہے اور اس کے علاوہ قائم مقام نباتات پر ہے اور اس پر متواتر عمل پیغمبر السلام ﷺ کا تھا اور صحابہ کرام رضوان اللہ کا بھی یہی عمل تھا۔ لہٰذا ہمیشہ سے کتب اہل بیتؑ کا طرہ امتیاز رہا ہے۔

اس مقام پر غور طلب بات یہ ہے کہ عام انسان سے یہ سوال بھی ہے کہ نماز کی ادائیگی میں گھر اور مسجد میں کیا فرق ہے؟ اور گھر بنانے میں جو مٹی، پتھر، اینٹ، سیمنٹ اور لوہا بالمقابل مسجد کی مٹی سیمنٹ، پتھر، اور لوہا میں کیا فرق ہے؟ جب دونوں گھروں کو تعمیر انسان کرتے ہیں پھر مسجد کی تعمیر کے بعد گھر کی نماز میں، فضیلت اور ثواب برابر کیوں نہیں؟ اس طرح محلے کی مسجد اور شہر کی جامع مسجد کے مقابل

میں مدینہ منورہ کی پیغمبر اسلام ﷺ کی مسجد نبویؐ میں ثواب اور فضیلت میں کوئی فرق ہے؟

ذرا آگے بڑھیے بیت اللہ کی مسجد دیگر مساجد میں ایک مسلمان کی نظر میں کیا فرق ہو سکتا ہے؟ حالانکہ سب مساجد پتھر اور اینٹ وغیرہ سے بنائی جاتی ہیں لیکن فرق نمایاں ہے۔ اس پر ہر مسلمان باخوبی عالم ہے کہ ان مساجد میں جو نمایاں فرق ہے وہ نسبت کی وجہ سے ہے۔ ایک مسلمان کا عقیدہ ہے ثواب اور فضیلت کی نسبت اگر نبی پاک ﷺ سے ہے تو مسجد نبوی بن جائے گی۔ اگر نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے تو مسجد بیت اللہ بن جائے گی۔ اس طرح مٹی اور مٹی میں پتھر اور پتھر میں فرق ہے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

ذرا غور فرمایئے اس عام پتھر کا مقابلہ حجر اسود کے پتھر سے کیا جا سکتا ہے؟ اس طرح پہاڑوں کے عام پتھر اور فیروزے اور یاقوت کے پتھروں میں برابری ہے؟ اور اس طرح لوہا، پیتل، سلور، چاندی، سونا دھات سے کیا ان کی ویلیو اور حقیقت برابر ہے؟ شاید اب اعتراض کی گنجائش باقی نہ رہی ہو کہ جس طرح ایک مسلمان پیغمبر اسلام ﷺ کے پاؤں مبارک کی خاک [مٹی] اور بیت اللہ کا کالا پتھر [حجر اسود] اور مکہ مکرمہ کی مٹی اپنی آنکھوں کا سرمہ اور آخرت کی بخشش کا وسیلہ سمجھتے ہیں اس طرح محب اہل بیتؑ کا خادم نجف اشرف اور کربلا معلی کی خاک کو اپنے لیے باعث فضیلت اور زیادہ اجر و ثواب سمجھتا ہے۔

چونکہ پیغمبر اسلام ﷺ نے خاک کربلا [مٹی] کو اپنی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ کو کربلا کی مٹی کو محفوظ رکھنے کا امین بنایا تھا۔ یہ مٹی میرے بیٹے کی قتل گاہ کربلا سے ہے۔ اور فرمایا تھا: جب تک یہ مٹی ہے تو میرا بیٹا حسینؑ مع اہل عیال سے محفوظ ہے، جس وقت اس مٹی کا رنگ بدل جائے تو پھر یہ سمجھ لینا۔ کہ کربلا کی سرزمین معصومین کے خون

سے رنگین ہوگئی ہے۔ مدینہ منورہ کی مٹی پاک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں سے مس کرتی تھی لیکن اس کے مقابلے جبرائیل امینؑ کو کربلا سے مٹی اٹھا کر لانے کی کیا ضرورت تھی جب مٹی مٹی ہوتی ہے۔ جس طرح انسان خواص کی بنا پر اس کے مراتب بدل جاتے ہیں جیسے ہم سب انسان ہیں لیکن انبیائے کرام بھی انسان ہیں کیا اللہ کے ہاں سب انسان برابر ہیں؟ جو جواب اس کا ہے وہی جواب کربلا کی مٹی کا ہے۔ البتہ خاک تو کربلا کی تھی مگر اٹھانے والا اور اس مٹی کی زیارت کرانے والا جبرائیل امینؑ تھے اور اس مٹی کو چومنے اور سونگھنے والے پاک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور مٹی کربلا کی امین اور ماموں زوجہ دو جہان پیغمبرؐ اسلام اُم الفضل بنت الحارث تھیں۔

تربت کربلا پر خون حسینؑ

مشکوٰۃ المصابیح، تاریخ دمشق۔ باب مناقب اہل بیت۔ کتاب عربی، ص ۵۷۲

عن ام الفضل بنت الحارث انها دخلت على رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يارسول الله انى رايت حلما منكرا الليلة قال ماهو قلت انه شديد قال وما هو قالت كانّ قطعة من جسدك قطعت و وضعت فى حجرى فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم رايت خيرا تلد فاطمه ان شاء الله غلاما يكون فى حجرك فولدت فاطمة الحسين فكان فى حجر ى كما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فدخلت يوما على رسول الله صلى الله عليه وسلم فضعته فى حجره ثم كانت منى التفاته فاذا عينا رسول الله تهريقان الدموع قالت فقلت يا نبى الله بابى انت

وامی مالك قال اتانی جبرئیل ؑ فاخبرنی ان امتی ستقتل ابنی هذا فقلت هذا قال اتانی بتربته من تربته حمراء

"حضرت ام الفضل بنت حارث فرماتی ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گئی اور عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آج رات میں نے بڑا [خوف ناک] خواب دیکھا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا: وہ کیا ہے؟ عرض کیا: بڑا سخت۔ ارشاد ہوا: آخر وہ کیا ہے؟ عرض کیا: میں نے دیکھا گویا آپ کے جسم سے گوشت کا ٹکڑا کٹ کر میری گود میں آیا۔ آپؐ نے فرمایا: یہ تو اچھا خواب تھا۔ انشاء اللہ بیٹی فاطمہؑ ایک بیٹا جنے گی جو آپ کی گود میں پرورش پائے گا۔ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے حسینؑ جنا اور میری گود میں دیا گیا۔ اس طرح ایک مرتبہ میں رسولؐ اللہ کے پاس گئی اور بچہ [الحسینؑ] کو حضور ﷺ کی گود میں رکھا پھر مجھ سے ملتفت ہوئے اور پس ان کی آنکھوں میں شدید آنسو جاری ہو گئے۔ میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یارسولؐ اللہ! یہ ماجرہ کیا ہے؟ حضورؐ فرمانے لگے: میرے پاس جبرئیل امین تشریف لائے اور مجھے خبر دی کہ عنقریب میری امت اس بیٹے حسینؑ کو قتل کر دے گی۔ میں نے عرض کیا: اس بیٹے حسینؑ کو؟ فرمایا: ہاں اور پھر مجھے کربلا [قتل گاہ] کی سرخ مٹی عطا کی. کذا روایت البیہقی فی دلائل النبوۃ واحمد وغیرہ"۔

کتاب صواعق محرقہ حافظ ابن حجر مکی باب گیارھویں تیسری فصل اردو ترجمہ:

حضرت امام حسین علیہ السلام ایک مرتبہ اپنے نانا جان رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو پہلو میں جگہ دی اور آپ کے بوسے لینے لگے۔ ایک فرشتہ جو پہلے سے موجود تھا آپ سے دریافت کیا اور عرض کیا: آپ حسینؑ سے بہت محبت کرتے ہیں؟

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں، پھر فرشتے نے کہا: یارسولؐ اللہ! عنقریب آپ کی امت انھیں شہید کرے گی اور کہا: اگر آپ چاہیں تو آپؐ کے لیے اس مقام شہادت کی نشاندہی کردوں؟

اس فرشتے نے وہ مقام دکھایا اور وہاں سے سرخ مٹی بھی لے کر آیا اور آپؐ نے وہ مٹی اپنی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دی اور آپ کی زوجہ محترمہ نے یہ مٹی ایک کپڑے میں باندھ لی۔ ثابت کہتے ہیں کہ ہم اس سرزمین کو کربلا کہتے ہیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خاک کو سونگھا اور فرمایا: اس خاک سے کرب وبلا کی بو آتی ہے۔ اس طرح ایک اور روایت ہے۔ ابن سعد شعبی سے بیان کرتے ہیں. کہ حضرت علی علیہ السلام کربلا سے گزر کر صفین کی طرف گئے۔ فرات کے کنارے نینوا بستی کے بالمقابل کھڑے ہوکر دریافت کیا کہ اس جگہ کا کیا نام ہے؟ بتایا گیا: کربلا، پس آپ رو پڑے، یہاں تک آنسوؤں سے زمین تر ہوگئی اور آپ نے عرض کیا: ایک روز میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا آپ سخت گریا کررہے تھے۔ عرض کیا: ایسا کیوں؟ فرمایا: ابھی جبرائیل نے آکر مجھے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسینؑ فرات کے کنارے ایک جگہ قتل ہوگا۔ جسے کربلا کہتے ہیں، پھر جبرائیل نے ایک مٹھی میں کربلا کی مٹی بھر کر سنگھائی اور پھر میں آنسوؤں کو نہ روک سکا۔ اس طرح بہت سی روایات کتب مقتل میں مختلف حوالہ جات کے ساتھ موجود ہیں۔ طوالت کے خوف سے اجتناب کیا جاتا ہے۔

نوٹ: کربلا کی مٹی کے بارے میں جن کتب نے واقعہ درج کیا ہے ان کو درج کیا جاتا ہے۔

حوالہ جات

① مشکوۃ المصابیح، باب مناقب اہل بیت. کتاب عربی ص ۵۷۲
② تاریخ دمشق باب امام حسین ص ۳۳۸، جلد ۱۴
③ تاریخ البدایہ والنہایہ واقعات اکسٹھ ہجری جلد ۸، ص ۲۰۰
④ مستدرک حاکم باب
⑤ صواعق محرقہ صفحہ مترجم باب مناقب امام حسینؑ، ص ۵۴۲، ۵۴۳ [خاک کربلا] وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ باب ما یسجد علیہ [۱۶] ج ۳، ص ۶۰۸، البحار، جلد ۱۰۱، ص ۱۳۵، جلد ۵۸، ص ۱۵۳

قال امام (۱) کان لابی عبداللّٰہ (جعفر بن محمد ؑ): خریطہ من دیباج صفراء فھا من تربت ابی عبداللّٰہ فکان اذا حضرتہ الصلاۃ صبۃعلی سجادتہ وسجد علیہ

"ابوعبداللہ [امام جعفر صادق ؑ] دیباج کا بنا ہوا زرد رنگ کا تھیلا اپنے پاس رکھتے تھے۔ جس میں امام حسین ؑ کی قبر مطہر کی تھوڑی سی خاک ہوتی تھی۔ نماز پڑھتے وقت اس کو آپ سجدہ کی جگہ پر ڈال دیتے اور اس پر سجدہ کرتے"۔

کتاب الوسائل، جلد ۳، ص ۶۰۸، (۲) البحار جلد ۸۵، ص ۱۵۸

قال امام (۲) کان الصادق ؑ لا یسجد الا تربت

الحسینؑ تذللا لله واستکانة له

''حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام مرقد حسین علیہ السلام کی خاک کے سوا کسی چیز پر سجدہ نہیں کرتے تھے اور اس کا مقصد خداوند متعال کی بارگاہ میں تذلل اور فروتنی کا اظہار ہے''۔

کتاب الوسائل جلد۳، ص ۶۰۷، (۲) من لا یحضرہ الفقیہ جلد۱، ص ۲۶۸، کتاب صلاۃ

قال امام (۳) قال الصادق علیہ السلام السجود علی طین قبر الحسین علیہ السلام ینور الی الارضین السبعة و من کانت معه سبحة من طین قبر الحسین کتب مسبحا وان لم یسبح بها.

''شیخ صدوق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں، فرمایا: حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر مقدس کی خاک پر سجدہ کرنا ساتوں زمینوں تک سب کو منور کر دیتا ہے۔ جس شخص کے پاس حضرت امام حسین علیہ السلام کی خاک قبر کی تسبیح ہو اگرچہ تسبیح نہ بھی کرے تو پھر بھی تسبیح کرنے والا شمار کیا جائے گا''۔

حضرت آیت اللہ امینی اپنی کتاب سیرتنا وسنتنا ص [۱۴۱] پر فرماتے ہیں:

آیا خاک شفا پر سجدہ کرنا جو دفاع اور حمایت دین خدا کا درس دیتی ہے۔ اور خدا کی راہ اور اس کی رضا کے حصول اور پروردگار عالم کے سامنے خضوع وخشوع اور اظہار بندگی کے منافی ہے۔ کیا ایسی سرزمین کو سجدہ گاہ قرار دینا زمین پر سجدہ کرنے کی حکمت سے متصادم ہے جو رمز بندگی خدا کی عظمت و کبریائی اور اس کے سامنے تواضع و فروتنی کے اعلیٰ ترین اسرار سے پُر ہے۔ کیا جائز نہیں کہ ایسی خاک پر سجدہ کیا جائے جو

توحید اور خداوند عالم کی راہ میں فداکاری کی علامات سے مزین ہے؟ ایسی خاک جو ہمیں مہربانی، بیداری، ضمیر، شفقت، و عطوفت کی طرف بلاتی ہے۔ لہٰذا شیعہ مسلک پیغمبر اسلام ﷺ کے اس عمل اور عظمت کے محفوظ اور مامون ہیں اور یہی سرکار رسالت مآب ﷺ کی اتباع اور اطاعت ہے جو سجدہ گاہ کی سنت قیامت تک جاری رہے گی۔

سوال: کیا نجاست والی جگہ اور نجس [ناپاک] چٹائی [مصلّیٰ] پر نماز اور سجدہ درست ہے؟

جواب: نجاست والی جگہ اور نجس مصلّیٰ [چٹائی پر نماز اور سجدہ درست نہیں جب تک اس کی جگہ پاک نہ کی گئی ہو یا اس کے متبادل اسی زمین پر پاک مصلّیٰ [چٹائی] کا انتظام نہ کر دیا جائے تو پھر نماز درست ہو جائے گی۔ اس طرح اگر مصلّیٰ بھی ناپاک ہو تو پھر آخری صورت یہ ہے کہ نجس زمین اور مصلّیٰ پر پاک مٹی [سجدہ گاہ] یا نباتات میں سے کوئی چیز جیسے درخت کی چھال، پتے، لکڑی کا ٹکڑا پر سجدہ کیا جائے۔ نماز کا صحیح ہونے کے لیے سجدہ کرنے کی حد تک پاک ہونا شرط ہے۔

یہ بات فائدہ سے خالی نہیں ہے کہ ایک گھر یا مسجد جو کئی منزلوں پر مشتمل ہوتی ہے اور بسا اوقات اس کی چھت یا تہہ خانہ نجس ہوتا ہے۔ کیا اس صورت میں چھت کی نیچے اور فرش کے اوپر نجس ہونے میں اس کی بالا چھت پر نماز پڑھی جا سکتی ہے؟

جی ہاں پڑھی جا سکتی ہے بشرطیکہ اس کو سجدہ گاہ کی حد تک پاک یا پاک بنا دیا جائے تو یہ صورت درست ہے۔ نیچے دیواریں، چھت اور فرش اپنی تہہ میں نجس متصور ہوں گے اور نماز کی جگہ متاثر نہیں سمجھی جائی گی جب تک وہاں عین نجاست نہ ہو۔ اگر عین نجاست اس مقام پر موجود ہے تو پھر اس کو دُور کرے۔ بصورت دیگر اس پر مصلّیٰ ڈال کر نئی جہت کے ساتھ جگہ کو پاک کرتے ہوئے نماز کا اہتمام کیا جا سکتا ہے۔ اس پر

فقہائے کرام کی عبارات نجس جگہ، نجس مصلیٰ، کے احکام تحریر کیے جاتے ہیں۔ (کتب اہلِ سنت)

(۱) کتاب المغنی لابن قدامۃ تالیف ابی محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المتوفی سنہ ۶۲۰ھ، جلد ۱، ص ۶۶، باب الانیہ

مسالة قال ابو القاسمؒ و کل جلد میتة دبغ او لم یدبغ فھو نجس) لا یختلف المذھب فی نجاسة المیتة قبل الدبغ ولا نعلم احدا خالف فیه . واما بعد الدبغ فالمشھور فی المذھب انه نجس ایضاً،وھو احدی الروایتین عن مالك ویروی ذلك عن عمر وابنه عبداللہ بن عمرؓ وعمران ابن حصین و عائشهؓ وعن احمد روایة آخری انه یطھر منھا جلد ما کان طاھرا فی حال الحیاة.

"مسئلہ کا عنوان ابوالقاسم کہتے ہیں کہ تمام مُردہ جانوروں کا چمڑہ نجس ہے۔ اس میں کوئی تمیز نہیں کہ وہ رنگا ہوا ہے یا بغیر رنگا ہوا ہے، مُردہ کے چمڑے کا قبل از رنگا ہونے کی نجاست پر کسی مذہب میں اختلاف نہیں اور ہمیں اس میں کوئی بھی مخالف نظر نہیں آیا۔ جہاں تک رنگنے کے بعد کا مسئلہ ہے. اس پر بھی مشہور مذہب یہی ہے کہ وہ بھی نجس ہے۔ اس میں ان روایات میں سے ایک روایت امام مالک اس طرح حضرت عمرؓ اور ان کے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ، عمرانؓ ابن حصین اور حضرت عائشہؓ سے بھی ہیں، البتہ ایک روایت امام احمد حنبل کی بھی ہے۔ اس میں وہ چمڑہ پاک ہے جو

حیاۃ میں پاک اور تزکیہ کیا گیا ہو"۔

ما روی عبداللّٰہ بن حکیم ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کتب الی جھینۃ، انی کنت رخصت لکم فی جلود المیتۃ فاذا جاء کم کتابی ھذا فلا تنفعوا من المیتۃ باھاب ولا عصب رواہ ابوداؤد فی سنن و امام احمد مسندہ و قال الامام احمد اسناد جید یرویہ یحیٰی بن سعید عن شعبہ عن الحکم عن عبدالرحمٰن بن ابی لیلی عن عبداللہ بن الحکیم وفی لفظ اتانا کتاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم قبل وفاتہ بشھر او شھرین. وھو ناسخ لما قبلہ لانہ فی آخر عمر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولفظہ دال علی سبق الترخیص وانہ متاخر عنہ لقولہ کنت...... لکم انما یوخذ بالاخر فالاخر من امر رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

"عبداللّٰہ بن حکیم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللّٰہ ﷺ نے جہینہ قبیلہ کو (مکتوب) لکھا کہ میں نے آپ کو مُردہ کے چمڑے کی اجازت دے رکھی تھی۔ جب میرا یہ خط آپ تک پہنچے. تو پھر آپ کسی مُردہ کے چمڑے سے فائدہ نہ اٹھاؤ چہ جائکہ وہ چمڑا رنگا اور نہ رنگا ہوا ہو۔ اس کو ابوداؤد نے اپنی سنن میں اور امام احمد نے اپنی کتاب مسند میں عمدہ اسناد کے ساتھ یحیٰی بن سعید نے شعبہ سے، اُنھوں نے حکم سے اور عبدالرحمٰن وغیرہ سے نقل ہوا ہے۔

اس میں لفظ اتنا کہ ہمیں مکتوب اللہ کے رسول ﷺ کی وفات سے قبل ایک یا دو ماہ پہلے لکھا گیا اور یہ مکتوب پہلے حکم کا ناسخ ہے، چونکہ یہ آخری ایام میں حکم تھا۔ اس سے مراد پہلے حکم کا ناسخ ہے جو کہ فرمان میں نے آپ کو ایک رخصت دے رکھی تھی۔ اس کا صاف مطلب آخری حکم کو لیتا ہے"۔

روی ابوبکر الشافعی باسناد ہ عن ابی الزبیر عن جابرؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لا تنتفعوا من المیۃ بشیء و اسنادہ حسن ولانہ جزئبمن المیۃ فکان محرم لقولہ تعالٰی

(۳) حرمت علیکم المیۃ فلم یطھر بالدبغ کاللعم ولا نہ حرم بالموت فکان نجسا کما قبل الدبغ

"ابوبکر الشافعی ابوزبیر کی اسناد سے جابرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ مُردہ شے سے مت استفادہ اٹھاؤ اس کی اسناد حسن ہے۔ یہ شے بھی اصل کی طرح حرام ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ آپ پر مُردہ حرام قرار دیا گیا ہے۔ اس کو رنگ دینے سے گوشت کی طرح پاک نہیں ہوتا۔ اس کی موت سے حرمت اور نجاست اس طرح ہے جیسا کہ رنگ دینے سے پہلے تھی"۔

(۲) کتاب العدۃ شرح العمدۃ تالیف امام ابومحمد عبداللہ بن احمد مقدسی باب الانیہ

(۳) کتاب الفروع ابن مفلح صفحہ تالیف امام ابی عبداللہ احمد بن احمد الشیبانی

ص ۵۲، جلد ۱، باب الانیہ۔

(۴) کتاب الانصاف (المقنع) تالیف ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد قدامہ المقدسی باب الانیہ ص ۱۳۶، جلد ۱

ولا يطهر جلد الميتة يعني النجاست بالدباغ هذا منهب نص عليه احمد في رواية الجماعة وعليه جماهير الاصحاب و قطع به كثير منهم و هو من مفردات المذهب و عنه يطهر منها جلد ما كان طاهر في حال الحياة

"مردہ کی جلد پاک نہیں ہوتی جبکہ رنگی کیوں نہ ہو۔ امام احمد کی روایت کے مطابق نص ہے۔ اس کو ایک بڑے طبقہ علمائے کرام نے نقل کیا ہے البتہ ایک دوسرے طبقہ نے اس کو پاک بھی قرار دیا ہے جبکہ جانور حیات میں پاک ہو"۔

(۵) کتاب الروض المربع تالیف امام شرف الدین ابو النجا بن موسیٰ بن احمد المقدسی الحجازی ص ۱۵، جلد ۱، باب الانیہ ولا يطهر جلد ميتة بدباغ روى عن عمر و ابنه و عائشةؓ وعمران بن حصين و كذا يطهر جلد غير ما كول بذكاة ا كلعم۔

"مردار کی جلد رنگنے سے پاک نہیں ہوتی۔ اس کی روایت حضرت عمرؓ اور ان کے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عائشہ صدیقہ اور عمرانؓ بن حصین نے بیان کی ہے۔ اس طرح وہ چمڑا جو غیر ماکول جانور کا ہے اس کے تذکیہ کے ساتھ گوشت کی طرح پاک ہوگی"۔

(۶) کتاب فقہ عبادات حنبلی تالیف الشیخ احمد شامی مفتی ص ۴۸، جلد ۱، باب الانیہ۔

والميته ولا تطهر بالدباغة في ظاهر المذهب لقوله

تعالٰی حرمت علیکم المیتہ والجلد جز منہا
والحدیث عبداللّٰہ بن الحکیم ان رسول اللّٰہ کتب
الی جھیتۃ قبل مدتۃ بشھر ان لا تنفقوا من المیتۃ
باھاب ولاعب

''چمڑہ اور مُردار۔ یہ رنگ دینے سے ظاہراً مذہب کے مطابق
پاک نہیں ہوتا اس لیے اللہ تعالٰی کا قول حرمت علیکم المیۃ
''آپ پر مُردار حرام قرار دیا ہے، لہٰذا چمڑا بھی اسی کا جز ہے۔اس
مقام پر ایک حدیث بھی ہے جو عبداللہ بن حکیم سے منقول ہے۔
ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے قبیلہ جھینہ کو پردہ پوشی سے ایک
ماہ قبل خط لکھا کہ مُردار سے فائدہ مت اٹھاؤ، اگرچہ اس کو رنگ دیا
گیا ہو''۔

(۷) کتاب فقہ علی المذاہب الرابع تالیف عبدالرحمٰن جریری ص۱۵، مترجم
جلد۱، باب اعیان نجاست کی تعریف:

① شافعیہ کہتے ہیں: مُردار جانور کے تمام اجزا ہڈی، گوشت، بال، اُون وغیرہ
نجس ہیں۔حلال ہونے کا سبب زندگی تھی جو نہیں رہی۔

② حنفیہ کہتے ہیں: مُردہ جانور اور کھال ایسی اشیاء ہیں، جو صرف زندگی میں
حلال متصور ہوتی ہیں، لہٰذا یہ دونوں ناپاک ہیں۔

(۸) حنابلیہ کہتے ہیں: مُردہ جانور کے وہ تمام اجزاء جو زندگی میں حلال تھے وہ
ناپاک ہیں۔

مکتبِ اہل بیتؑ کا چمڑہ کا نجس کے بارے میں نقطۂ نظر

کتاب قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ ص ۳۷، جلد۱، باب نجاسات۔ مُردار انسان اور ہر خون جہندہ رکھنے والے حیوان کا مُردہ نجس ہے۔ اگر چہ حلال گوشت ہی کا ہو۔ اسی طرح اس کے اجزا بھی نجس ہیں، جو زندہ حیوان سے جدا کیے جائیں۔

کتاب شرائع الاسلام فی مسائل الحلال والحرام المحقق علامہ حلی ص ۶۷، جلد۱

عبارت الاولی لا یجوز الصلاۃ فی جلد المیۃ ولو کاما یوکل لحمہ سواء دبغ او لم دبغ و مالا یوکل لحمہ وھو طاھر فی حیاۃ مما یقع علیہ الذکاۃ

"مُردار چمڑہ پر نماز صحیح نہیں ہے اگر چہ اس کا گوشت کھانے والا۔ ہو برابر ہے چمڑہ رنگا ہوا ہو یا نہ رنگا ہوا ہو، اور اس کا گوشت نہ کھانے والا ہو درحالانکہ جانور حیات میں پاک کیوں نہ ہو اور اس کو ذبح بھی کیوں نہ کیا گیا ہو"۔

سوال: کیا دھات یعنی سونا، چاندی، کاپر، لوہا، سٹیل وغیرہ اشیاء پر اختیاری اور اضطراری حالت میں سجدہ کرنا جائز اور درست ہے؟

جواب: شارح پاک نے سجدہ صحیح کی صورتیں حالت اختیاری اور اضطراری کے

کیفیات کی عملی صورت بتادی ہیں، لہٰذا حالت اختیار میں جائز نہیں مگر اضطرار میں جائز ہے۔ اس صورت میں ہے جن کے متبادل انتظام نہ ہو سکے جیسا کہ جہاز یا بحری جہاز میں کوئی سفر کر رہا ہو اور جہازوں کے عرش اور فرش دھات کے ہوں تو پھر اضطراری حالت میں اس پر سجدہ کرنا جائز ہے۔ نماز کا آخری بڑا رکن سجدہ ہے. اس کی تکمیل کے دیگر مقدمات رکھے گئے ہیں، جیسے نماز کے صحیح ہونے کے لیے وضو کا ہونا، جگہ کی پاکیزگی، کپڑوں کا پاک ہونا، نماز کی جگہ غصبیت سے محفوظ ہو اور منہ قبلہ کی جانب ہونے سے نماز کا صحیح ہونا قرار پاتا ہے۔

اس طرح نمازی شخص کو کہیں سفر کرنا مطلوب ہو. تو اس کو سفر کے مسائل کا علم ہوتا ہے۔ اس علم کی بنیاد پر اپنی ضروریات زندگی کو ساتھ لے کر سفر کا آغاز کرتا ہے۔ اس طرح نمازی شخص کے ذہن میں نماز کی اولیت اور اہمیت موجود رہتی ہے۔ لہٰذا اس کا انتظام اور انصرام وقت کا تعین اور مسائل شرعیہ کو جاننا اور سمجھنا اس کے بنیادی فرائض میں شامل ہے۔

[نوٹ] فیضان محمدؐ و آل محمدؐ سے یہ کتاب اپنے آخری مرحلہ میں داخل ہوتی ہے۔ لہٰذا اب توجہ اس طرف مبذول کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ جو بانیٔ اسلام اور منبع رشد و ہدایت ہیں وہ کس طرح اپنے پروانوں کو رشد و ہدایت سے نوازتے ہیں۔ ان کی تعلیم و تربیت اور روحانیت کو قلب اصغر سے قلب اکبر کی جانب منتقل کرتے ہیں اور اندھیرے کو روشنی میں، ظلم کو انصاف میں اور جہالت کو علم میں بدلتے ہیں؟ وہ پیمانہ اور ترازو جس سے انسان ناپے اور تولے جاتے ہیں کوئی آسان مسئلہ نہیں تھا لیکن پرودگار عالم نے انسان کے شخصی کردار کی بلندی کے لیے اعلیٰ اور بڑے وقار اور بے عیب خاندان کا انتظام کیا. اور مادری اور پدری نسب اور حسب کو انصاف کا پیمانہ قرار دیا، تاکہ گمراہ اور بدخواہ لوگوں کے ظلم سے محفوظ اور مامون رہے۔ یہ شان اس ذات اور صفات کے

حامل انسان کی ہے جس کے بارے میں خداوند قدوس نے فرمایا:

تمہاری نطق میری نطق، تمہارا کلام میرا کلام، تمہارا عمل میرا عمل، اور تمہارا حکم میرا حکم، تم سے محبت مجھ سے محبت، تم سے دوستی اور دشمنی مجھ سے دوستی اور دشمنی ہے۔ میرا حکم اطاعت آپ کا حکم اطاعت، میرا ولی آپ کا ولی، آپ کا ولی میرا ولی، یہ مطابقت اس بات کی گواہ ہے کہ سرکار دو جہاں احمد مجتبیٰ ﷺ ہی امام الانبیاء ہیں، لہٰذا ان کے سامنے زانو بچھانے والے حضرت انسان مٹی سے سونا بن گئے۔

اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں آپ سے فیض حاصل کرنے والے تین طبقے تھے: ایک طبقہ صحابہ کرامؓ کا، دوسرا طبقہ ازواج المطہراتؓ کا اور آخری تیسرا طبقہ آپ کے اہل بیت کرامؓ تھے۔ آپ کے سامنے تبلیغ کے تین پہلو تھے: ایک پہلو لسان مبارک، دوسرا پہلو عمل، اور تیسرا پہلو معاشرتی خانگی زندگی سے فیضیاب ہوتے رہے...... لہٰذا ہم تک جو نایاب گوہر علم پہنچا وہ ان ذرائع سے فراہم ہوئے ہر طبقے کی اپنی شان اور عظمت ہے مگر جو شان اور عظمت اہل بیت اطہار علیہم السلام کی ہے اس طرح کسی دوسرے طبقہ کی نہیں ہے، لہٰذا یہ وارثان علم وعمل پیغمبر اسلام ﷺ ہیں اور نائبین نبوت وامامت ہیں۔ معرفت علم کے ساتھ ساتھ رازدار نبوت ہیں۔

اس سلسلہ میں حضرت علی علیہ السلام کا دعویٰ تھا: مجھے ایک باب علم کی تعلیم دی جاتی تھی اس ایک باب علم سے ایک ہزار باب علم کے دروازے کھل جاتے تھے یہ اس لیے بھی تھا کہ منبع علم نے مجھے باب علم قرار دیا اور اس سے حکمت کے راز کھل گئے"۔ اس لیے امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کا کھلے عام دعویٰ تھا: پوچھو پوچھو مجھ سے میں زمین کے رازوں سے زیادہ آسمان کے رازوں کو جانتا ہوں۔ صحابہ کرام فخر سے کہا کرتے تھے: جب تک ہمارے درمیان جناب ابوطالبؑ کا بیٹا موجود ہے اس وقت تک ہمیں کسی مسئلہ میں پرواہ نہیں۔ شاید یہ بھی اعتماد کا اظہار ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت عمرؓ

پیش پیش تھے اور فرمایا کرتے تھے:

''اگر علیؑ نہ ہوتے تو اس [دینی مسئلہ] میں ہلاک ہو جاتا''۔ اور یہ قول مشہور تھا:

لولا علی لھلاك عمر

سرکار علی مرتضیٰ کا طرہ امتیاز تھا اگر مشکل وقت میں کوئی دوست و دشمن بھی پکارے تو اس کے لیے اپنا دروازہ علم کھول دیتے۔ اہل بیت اطہار علیہم السلام کا یہ بھی وظیفہ رہا تھا کہ اس گھر کا بچہ بھی وقت کا بڑا عالم تھا اور اس کی صداقت و امانت سے کسی زمانے میں عام شخص کو بھی شکایت نہیں تھی۔ دولت عباسیہ میں جب بھی حکمرانوں کو علمی مشکل پیش آتی یا ایسی اقوام کے وفود دارالحکومت میں آتے جو اپنے دین میں ایک مثالی حیثیت رکھتے تھے اور کئی زبانوں اور فنون پر عبور رکھتے تھے۔ وہ دارالحکومت اسلامیہ میں آتے تا کہ جانا جائے مسلمانوں کے حکمران کس حد تک عالم اور دانش ور ہیں۔ کہیں ایک مباحثہ میں جہاں ملک کے علماء اور دانشوروں کو مدعو کیا جاتا تھا، تا کہ مہمان عالم دانشواران کے سوالات کے تسلی بخش جوابات دے سکیں۔

لیکن اکثر اوقات ایسا ہوتا رہا جب اہل علم جوابات دینے سے عاجز اور قاصر ہو جاتے تو وقت کے بادشاہ جو خاندان رسالت کے جانشین کا ادراک تھا وہ اس مشکل موقعہ پر درخواست کرتے۔ اس مسئلے کا حل فقط قلبوں کے امام اور علم کے عرفان رازوں کے عالم، پیغمبر اسلام ﷺ کے جانشین علم کے وارث اور قرآن کے ترجمان کو دعوت دی جائے تا کہ اس مشکل اور پیچیدہ مسئلہ کا جواب دیا جا سکے۔ اس قسم کے اعتراف ہر زمانہ کے عالم کرتے رہے. جس میں کوفہ کے فقہاء پیش پیش تھے۔

یہ خوش آئند بات تھی۔ آئمہ اطہار علیہم السلام کے زمانے میں ہر عالم خود کو ہر مشکل معاملہ میں محفوظ سمجھتا تھا۔ چونکہ دلیوں کے امام موجود تھے لہٰذا ہر مشکل کی دوا اور علاج کا حکیم مشکل کشاء علاج کے لیے میسر تھا۔ اب زمانہ ماضی ہو یا زمانہ حال وارث علم و فضل

مجتہدین عظام اپنی ذمہ داری کو نبھا رہے ہیں۔ دنیا میں کوئی نیا واقعہ یا نئے حالات سامنے آئیں تو مکتب اہل بیتؑ کے وارث اور ترجمان اس پر فتویٰ صادر کر کے دنیائے انسان کی رہنمائی کرتے ہیں۔ یہ فضل وکرم قوم مسلم پر خاص ہے اور اسلام کی خدمت اور ترقی اجتہاد میں ہے اور زندہ قوموں کی حیات اور پہچان ہے۔ اقوام مسلم کی نجات اور کامیابی کی کوئی دلیل ہے تو وہ اجتہاد ہے۔ پس وہی طبقہ دینی ترقی یافتہ ہوگا جس کے مسلک کا دروازہ اجتہاد ہوگا۔

والحمد للہ اولاً وآخرا وحامداً و مصلیاً و مسلماً

اللہ تعالیٰ کی مدد اور فضل کا طلب گار رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح اور درست عبادت کی توفیق دے اور ہم سب کا حامی وناصر ہو۔

والسلام......احقر

سید نزاکت حسین کاظمی

مفتی صدر دفتر امور دینیہ مظفرآباد آزاد کشمیر



ادارہ منہاج الصالحین لاہور